بسم الله الرحمن الرحيم

فَمَن يُرِدِ ٱللَّهُ أَن يَهْدِيَهُۥ يَشْرَحْ صَدْرَهُۥ
لِلْإِسْلَٰمِ ۖ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُۥ يَجْعَلْ صَدْرَهُۥ ضَيِّقًا حَرَجًا
كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى ٱلسَّمَآءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ ٱللَّهُ ٱلرِّجْسَ
عَلَى ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢٥﴾ وَهَٰذَا صِرَٰطُ رَبِّكَ
مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾

ترجمہ:

پس جب اللہ کسی کو ہدایت بخشنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے سینہ کو اسلام کیلئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہی میں چھوڑنا چاہتا ہے تو اس کے سینہ کو تنگ کر دیتا ہے جیسے کہ وہ زبردستی آسمان پر چڑھ رہا ہے (اس کی طرف اونچا ہو رہا ہے) اسی طرح اللہ ان لوگوں پر کثافت مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ یہ تمہارے پروردگار کا سیدھا راستہ ہے۔ ہم نے نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے آیتوں کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

(سورہ انعام: آیات ۱۲۵، ۱۲۶)

راہ اسلام

اسلامی علوم و معارف اور علمی و ثقافتی افکار و عقائد کا ترجمان

شمارہ: ۲۶۲- رجب المرجب- رمضان المبارک ۱۴۴۵

# خصوصی شمارہ

# رمضان المبارک

ایران کلچر ہاؤس، ۱۸- تلک مارگ، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۱

فون: ۳۴، ۳۳، ۲۳۳۸۳۲۳۲، فیکس: ۲۳۳۸۷۵۴۷

ichdelhi@gmail.com

www.ichdpublication.in

https://en.icro.ir/New-Delhi

www.ichdlib.in

## مشاورین علمی

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین، پروفیسر اختر الواسع، پروفیسر سید اختر مہدی
پروفیسر سید علی محمد نقوی، پروفیسر سید طیب رضا نقوی

## ادارتی بورڈ

حسنعلی زکریائی، مولانا محمد رضا خان، مولانا غلام حسین رضوی، مہدی باقر خان

| | | |
|---|---|---|
| چیف ایڈیٹر | : | ڈاکٹر فرید الدین فرید عصر |
| ایڈیٹر | : | ڈاکٹر خان محمد صادق جونپوری |
| ناظر اشاعت | : | حارث منصور |
| پریس | : | الفا آرٹ، نویڈا، یو۔پی۔ |

**ISSN: 2349 – 0950**

صرف غیر مطبوعہ مقالہ ہی ارسال فرمائیں۔
مقالہ، بذریعہ ای میل ichdelhi@gmail.com ارسال فرمائیں۔
مقالہ، ایران کلچر ہاؤس کے پتہ پر پوسٹ بھی کر سکتے ہیں۔
مقالہ کی اشاعت کے لئے ادارتی بورڈ کا فیصلہ حتمی ہوگا۔
مقالہ نگار افراد کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔
ہماری مزید نشریات کے لئے مندرجہ ذیل ویب سائٹس سے رجوع فرمائیں۔

www.ichdpublication.in

www.ichdlib.in

# فہرست مضامین


| | | |
|---|---|---|
| اداریہ | | ١ |
| ماہ رمضان-ماہ قرآن | مولانا سید محمد جابر جوراسی | ٣ |
| ماہ رمضان میں نزول قرآن : ایک جائزہ | مولانا ناظم علی خیرآبادی | ١٢ |
| قرآن فہمی امام علیؑ کی نگاہ میں | زینب رمضانی علوی | ٣٠ |
| ثقلین اور شب قدر کا رابطہ قرآنی نقطہ نظر سے | سید احمد عقیلی | ٥٧ |
| قرآن مجید ہر درد کی دوا اور شفاء | مولانا سید جمال عباس سرسوی | ٧٨ |
| قرآن کریم کی عظمت اور ہماری ذمہ داریاں | مولانا سید محمد حسنین باقری | ٩٢ |
| توہین قرآن | مولانا احمد رضا رضوی زرارہ | ١٠٧ |

# حصہ نظم


| | | |
|---|---|---|
| قرآن پڑھو | مولانا سید شفیع حیدر رضوی بھیکپوری | ۱۲۱ |
| مہجوریت قرآن | مولانا سید غافر رضوی چھولسی | ۱۲۲ |
| ترجمہ دعائے یا علی یا عظیم | مولانا علی مہدی | ۱۲۵ |
| مدح امیر المؤمنینؑ | مولانا محمد رضا خان | ۱۲۷ |
| فزت ورب الکعبہ | احمد شہریار | ۱۲۹ |
| مدح امام حسنؑ | مہدی باقر خان | ۱۳۰ |
| منقبت امام حسنؑ | مولانا سید علی اکبر رضوی | ۱۳۱ |

## اداریہ

رمضان المبارک، اسلامی قمری کیلنڈر کا نواں اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے بہت ہی اہمیت کا حامل مہینہ ہے۔ یہ مہینہ خود شناسی، تزکیہ نفس، نظم وضبط اور روحانی ریاضتوں کا مہینہ ہے۔

رمضان میں فجر سے لے کر غروب آفتاب تک، مسلمان کھانے پینے اور دوسرے مبطلات صوم سے پرہیز کرتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا ایک واضح اظہار اور نظم و ضبط اور روحانی نشوونما کا ایک ذریعہ ہے۔ جسم کی جسمانی ضروریات سے انکار کرتے ہوئے، مومنین اپنی توجہ اپنی روح کی پرورش، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرنے اور اپنے ارادوں کو پاک کرنے پر مرکوز کرتے ہیں۔ روزے کے ذریعے، مسلمان اپنے اندر بے بضاعت لوگوں کے لئے ہمدردی کا جذبہ پیدا کرتے ہیں، خدا کے ذریعہ دی گئی نعمتوں کے لئے شکر گزار ہوتے ہیں اور زندگی کے تمام پہلوؤں میں خود کو بہتر بنانے کے لئے کوشاں ہوتے ہیں۔

روزے کے علاوہ رمضان المبارک دعاؤں، غوروفکر اور قرآن کریم کی تلاوت کا موقع بھی ہے۔ رمضان کا پرسکون ماحول لوگوں کو اپنے ایمان کی گہرائی میں جانے کی ترغیب دیتا ہے۔ رمضان مسلمانوں کو اتحاد، یکجہتی اور مشترکہ مقصد کے جذبے کے ساتھ اکٹھا کرتا ہے۔ اہل خانہ فجر سے پہلے سحری کے لئے جمع ہوتے ہیں اور غروب آفتاب کے وقت ایک ساتھ افطار کرتے ہیں، خاندانی رشتوں کو مضبوط کرتے ہیں اور تعلق کے احساس کو فروغ دیتے ہیں۔ مساجد مختلف سرگرمیوں کا مرکز بن جاتی ہیں، اور رات کی نماز، تلاوت قرآن اور دینی کلاسز کی میزبانی کرتی ہیں۔ رمضان المبارک کے دوران ہمدردی اور حمایت کا احساس جغرافیائی حدود، ثقافتی اختلافات اور سماجی تقسیم سے بالاتر ہو کر مومنین کو اللہ پر ان کا عقیدہ اور نیک زندگی گزارنے کے عزم کے ساتھ متحد کرتا ہے۔

روزہ، نماز، صدقہ اور خیر کے کاموں کے ذریعے، مومنین خود شناسی، تزکیہ نفس اور اللہ تعالیٰ سے رابطے میں ایک تازگی کے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔ رمضان ہمدردی، سخاوت اور یکجہتی کی ان اقدار کی یاد دہانی کراتا ہے جن کی اسلام میں بہت اہمیت ہے۔

یہ مہینہ افراد کو اپنی روحانی، اخلاقی اور سماجی کوششوں میں بہتری کے لئے جدو جہد کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس مہینہ میں مسلمان اپنے عقیدے کا اعادہ کرتے ہیں، اپنی برادریوں کے ساتھ اپنے رشتوں کو مضبوط کرتے ہیں، اور محبت، رحمت اور راستبازی کے لازوال اصولوں کو عملی طور پر بروئے کار لاتے ہیں۔

فصلنامہ راہ اسلام کے اس شمارہ میں ماہ مبارک رمضان سے متعلق مختلف موضوعات پر مشتمل مضامین کو شامل کیا گیا ہے۔ فضیلت تلاوت قرآن کریم پر روشنی ڈالتے ہوئے نزول قرآن اور شب قدر کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔ ماہ رمضان ماہ قرآن ہے لہٰذا قرآن فہمی کے موضوع کو امام علیؑ کے نقطہ نظر سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور دوسرے مقالہ میں شب قدر اور ثقلین کے موضوع پر گفتگو کی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جس طرح قرآن قیامت تک باقی رہنے والی کتاب ہے بالکل اسی طرح ائمہ طاہرین کی آخری فرد یعنی حضرت امام زمانہ عجؑ کا وجود بھی قیامت تک باقی رہے گا۔

فصلنامہ راہ اسلام کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ اسلامی معارف اور دینی تعلیمات کو بہتر سے بہتر انداز میں قارئین کی خدمت میں پیش کرے تاکہ اسلامی تعلیمات کے سائے میں ہم سب مل کر ایک باوقار زندگی اور اچھے معاشرہ کی تعمیر کر سکیں۔ امید ہے یہ فصلنامہ اس راہ میں ایک مثبت اور تعمیری قدم ثابت ہوگا۔

ڈاکٹر فرید الدین فرید عصر

# ماہ رمضان - ماہ قرآن

**مولانا سید محمد جابر جوراسی**

ماہ رمضان وہ مبارک و مسعود مہینہ ہے جس میں ام الکتاب قرآن مجید کا بھی نزول ہوا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ ۔ ترجمہ: ہم نے اس قرآن کو ایک مبارک رات میں نازل کیا ہے۔[۱]

وہ مبارک رات کون سی ہے۔ اس کا اشارہ سورہ قدر میں اس طرح ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ ترجمہ: بے شک ہم نے اسے شب قدر میں نازل کیا ہے۔[۲]

ماہ صیام میں تلاوت قرآن مجید کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ ماہ صیام میں اہل اسلام اس کی تلاوت بھی کرتے ہیں اور قرآن کے موضوع پر مذاکرے بھی ہوتے ہیں جن میں فوائد قرآن مجید پیش کئے جاتے ہیں۔ پھر بھی اُمت مسلمہ ان فوائد سے استفادہ کرنے میں کافی حد تک قاصر رہتی ہے ورنہ مسلمانوں کی وہ حالت نہ ہوتی جو آج ہے۔ امام حسنؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

لَا فَاقَةَ لِعَبْدٍ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ۔ ترجمہ اُس شخص کو (کبھی) فاقہ نہیں ہوگا جو قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے۔[۳]

---

۱۔ سورہ دخان، آیت ۳

۲۔ سورہ قدر، آیت ۱

۳۔ کتاب فضائل القرآن ج۶، رقم ۲۹۹۵۴

قرآن مجید کی عظمت کے بارے میں امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے متعدد قیمتی ارشادات موجود ہیں۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

فَالْقُرْآنُ آمِرٌ زَاجِرٌ وَ صَامِتٌ نَاطِقٌ، حُجَّةُ اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ، أَخَذَ عَلَيْهِ مِيثَاقَهُمْ وَ ارْتَهَنَ عَلَيْهِمْ أَنْفُسَهُمْ؛ أَتَمَّ نُورَهُ وَ أَكْمَلَ بِهِ دِينَهُ وَ قَبَضَ نَبِيَّهُ (صلی الله علیه وآله) وَ قَدْ فَرَغَ إِلَى الْخَلْقِ مِنْ أَحْكَامِ الْهُدَى بِهِ؛ فَعَظِّمُوا مِنْهُ سُبْحَانَهُ مَا عَظَّمَ مِنْ نَفْسِهِ، فَإِنَّهُ لَمْ يُخْفِ عَنْكُمْ شَيْئاً مِنْ دِينِهِ وَ لَمْ يَتْرُكْ شَيْئاً رَضِيَهُ أَوْ كَرِهَهُ إِلَّا وَ جَعَلَ لَهُ عَلَماً بَادِياً وَ آيَةً مُحْكَمَةً تَزْجُرُ عَنْهُ أَوْ تَدْعُو إِلَيْهِ؛ فَرِضَاهُ فِيمَا بَقِيَ وَاحِدٌ وَ سَخَطُهُ فِيمَا بَقِيَ وَاحِدٌ، وَ اعْلَمُوا أَنَّهُ لَنْ يَرْضَى عَنْكُمْ بِشَيْءٍ سَخِطَهُ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَ لَنْ يَسْخَطَ عَلَيْكُمْ بِشَيْءٍ رَضِيَهُ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ؛ وَ إِنَّمَا تَسِيرُونَ فِي أَثَرٍ بَيِّنٍ وَ تَتَكَلَّمُونَ بِرَجْعِ قَوْلٍ قَدْ قَالَهُ الرِّجَالُ مِنْ قَبْلِكُمْ؛ قَدْ كَفَاكُمْ مَئُونَةَ دُنْيَاكُمْ وَ حَثَّكُمْ عَلَى الشُّكْرِ وَ افْتَرَضَ مِنْ أَلْسِنَتِكُمُ الذِّكْرَ۔

ترجمہ: قرآن (اچھائیوں کا) حکم دینے والا، برائیوں سے روکنے والا (بظاہر) خاموش اور (بباطن) گفتگو کرنے والا اور مخلوق پر حجت الٰہی ہے کہ جس پر (عمل کرنے کا) اس نے بندوں سے عہد و پیمان لیا ہے اور ان کے نفسوں کو اس کا پابند بنایا ہے۔ اس کے نور کو کامل اور اس کے ذریعہ سے دین کو مکمل فرمایا ہے اور نبیؐ کو اس حالت میں دنیا سے اٹھایا کہ وہ لوگوں کو ایسے احکام قرآن کی تبلیغ فرما چکے تھے جو ہدایت و کامیابی کا سبب ہیں لہٰذا اللہ سبحانہ کو ایسی بزرگی و عظمت کے ساتھ یاد کرو جیسی اپنی بزرگی خود اس نے بیان کی ہے کیوں کہ اس نے اپنے دین کی کوئی بات تم سے راز میں نہیں رکھی اور کسی شے کو خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند بغیر کسی واضح علامت اور محکم نشان کے نہیں چھوڑا۔

جو ناپسند امور سے روکے اور پسندیدہ باتوں کی طرف بلائے۔ ( ان کے احکام کے متعلق ) اس کی خوشنودی و ناراضگی کا معیار زمانہ آئندہ میں بھی ایک ہی رہے گا۔[۱]

امیر المؤمنینؑ کا قرآن مجید سے متعلق ایک ارشاد گرامی یہ بھی ہے کہ :

وَاعْلَمُوا أَنَّ هذَا الْقُرْانَ هُوَ النّاصِحُ الَّذِی لا یَغُشُّ، وَالْهادِی الَّذِی لا یُضِلُّ، والْمُحَدِّثُ الَّذِي لَا یَكْذِبُ، ومَا جَالَسَ هَذَا الْقُرْآنَ أَحَدٌ إِلَّا قَامَ عَنْه بِزِیَادَةٍ أَوْ نُقْصَانٍ، زِیَادَةٍ فِي هُدًى أَوْ نُقْصَانٍ مِنْ عَمًى۔ اعْلَمُوا أَنَّه لَیْسَ عَلَى أَحَدٍ بَعْدَ الْقُرْآنِ مِنْ فَاقَةٍ، ولا لأَحَدٍ قَبْلَ الْقُرْآنِ مِنْ غِنًى۔

ترجمہ : یاد رکھو کہ یہ قرآن ایسا نصیحت کرنے والا ہے جو فریب نہیں دیتا اور ایسا ہدایت کرنے والا ہے جو گمراہ نہیں کرتا اور ایسا بیان کرنے والا ہے جو جھوٹ نہیں بولتا ۔ جو بھی اس قرآن کا ہم نشیں ہوا وہ ہدایت کو بڑھا کر اور گمراہی و ضلالت کو گھٹا کر اس سے الگ ہوا۔ جان لو کہ کسی کو قرآن کے بعد کسی اور لائحہ عمل کی ضرورت نہیں رہتی اور نہ کوئی قرآن سے کچھ سیکھنے سے پہلے اس سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔[۲]

ماہ صیام شہادت حضرت امیر المؤمنینؑ کا مہینہ بھی ہے لہٰذا قرآن مجید کے بارے میں آپ کا ایک اور ارشاد گرامی نقل کر دینا مناسب ہو گا:

وَ تَعَلَّمُوا اَلْقُرْآنَ فَإِنَّهُ رَبِیعُ الْقُلُوبِ وَ اِسْتَشْفُوا بِنُورِهِ فَإِنَّهُ شِفَاءُ اَلصُّدُورِ وَ أَحْسِنُوا تِلاَوَتَهُ فَإِنَّهُ أَنْفَعُ اَلْقِصَصِ فَإِنَّ اَلْعَالِمَ اَلْعَامِلَ بِغَیْرِ عِلْمِهِ کَالْجَاهِلِ اَلْحَائِرِ اَلَّذِي لاَ یَسْتَفِیقُ مِنْ جَهْلِهِ بَلِ اَلْحُجَّةُ عَلَیْهِ أَعْظَمُ وَ اَلْحَسْرَةُ لَهُ أَلْزَمُ وَ هُوَ عِنْدَ اَللَّهِ أَلْوَمُ۔

---

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸۱

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۴

ترجمہ: اور قرآن کا علم حاصل کرو، کہ وہ بہترین کلام ہے۔اور اس میں غور و فکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے اور اس کے نور سے شفا حاصل کرو کہ سینوں ( کے اندر چھپی ہوئی بیماریوں ) کے لئے شفا ہے اور اس کی خوبی کے ساتھ تلاوت کرو کہ اس کے واقعات سب واقعات سے زیادہ فائدہ رساں ہیں۔ وہ عالم جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا اس سر گرداں جاہل کے مانند ہے جو جہالت کی سر مستیوں سے ہوش میں نہیں آتا بلکہ اس پر (اللہ کی ) حجت زیادہ ہے۔ اور حسرت وافسوس اس کے لئے لازم و ضروری ہے اور اللہ کے نزدیک وہ زیادہ قابل ملامت ہے۔[1]

شہزادی کونین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے دربار خلافت میں خطبہ فدک کے درمیان قرآن مجید کے سلسلے میں یہ ارشاد فرمایا:

وکتابُ اللّهِ النَّاطِقُ وَ الْقُرْانُ الصَّادِقُ، و النُّورُ السَّاطِعُ وَ الضِّياءُ اللاَّمِعُ، بَيِّنَةٌ بصائِرُهُ، مُنْكَشِفَةٌ سَرائِرُهُ، مُنْجَلِيَةٌ ظَواهِرُهُ، مُغْتَبِطَةٌ بِهِ اَشْياعُهُ، قائِداً اِلَى الرِّضْوانِ اِتِّباعُهُ، مُؤَدٍّ اِلَى النَّجاةِ اسْتِماعُهُ. بِهِ تُنالُ حُجَجُ اللّهِ الْمُنَوَّرَةُ، وَ عَزائِمُهُ الْمُفَسَّرَةُ، وَ مَحارِمُهُ الْمُحَذَّرَةُ، وَ بَيِّناتُهُ الْجالِيَةُ، وَ بَراهينُهُ الْكافِيَةُ، وَ فَضائِلُهُ الْمَنْدُوبَةُ، وَ رُخَصُهُ الْمَوْهُوبَةُ، وَ شَرائِعُهُ الْمَكْتُوبَةُ۔

ترجمہ: اللہ کی کتاب ناطق ہے اور قرآنِ صادق ہے۔ قرآن وہ چھلکتا ہوا نور ہے جو اپنی روشنی بکھیر رہا ہے۔ اس کی بصیرت کے امور واضح اور اس کے اسرار و رموز منکشف اور آشکار ہیں۔ اس کے ظاہر ہویدا اور جلی ہیں، اس کا اتباع کرنے والے قابل رشک ہیں۔ اس کی پیروی رضائے خدا تک پہنچانے والی ہے اور اس کو توجہ سے سننا نجات کے ساحل تک پہنچا دیتا ہے۔

---

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۱۰

اس قرآن کے ذریعہ خدا کی منور حجتیں حاصل کی جاتی ہیں ،اس میں بیان کئے ہوئے واجبات کا علم ہوتا ہے، ان محرمات کی اطلاع ہوتی ہے جن سے خوف دلایا گیا ہے۔ اس سے واضح دلائل اور براہین کافیہ اور ایسے مستحب فضائل معلوم ہوتے ہیں جن کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اور ان مباح باتوں کا پتہ چلتا ہے جنہیں خدا نے بندوں کیلئے حلال کیا ہے اور اس سے خدا کی مقرر کردہ باتوں کا پتہ چلتا ہے۔[1]

قرآن کی عظمت و افادیت کے پیش نظر جناب فاطمہ (س) نے حضرت علیؑ سے یہ وصیت فرمائی تھی:

وَ اجْلِسْ عِنْدَ رَأْسِی قَبالَۃَ وَجْھِی فَاَکْثِرْ مِنَ التِلاوَۃِ وَالدُّعَاءِ فَاِنَّھا ساعَۃٌ یَحْتاجُ الْمیِّتُ فِیھا اِلی اُنْسِ الاَحْیاءِ۔

ترجمہ: میری قبر کے سرہانے بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن مجید اور دعا فرماتے رہئے گا اس لئے کہ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب میت کو زندہ سے زیادہ انسیت کی حاجت ہوتی ہے۔[2]

حدیث ثقلین میں حضرت خاتم الانبیاءؐ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ اَلثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اَللّٰہِ وَ عِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي وَ إِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ اَلْحَوْضَ۔

ترجمہ: میں تمہارے درمیان دو وزن (دو چیزیں) چھوڑے جارہا ہوں ایک اللہ کی کتاب دوسرے میری عترت جو میرے اہل بیتؑ ہیں ۔ میرے بعد جب تک ان دونوں سے تمسک رکھو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔[3]

---

۱۔ خطبہ فدک، بحار الانوار، محمد باقر مجلسی؛ ابن طیفور، بلاغات النساء

۲۔ محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، ج ۷۹، ص ۲۷

۳۔ ابن حجاج، مسلم، صحیح مسلم، جلد ۲، ص ۲۷۵

حدیث ثقلین ان احادیث میں سے ہے جسے تواتر کا درجہ حاصل ہے اور کچھ اختلاف الفاظ کے ساتھ متعدد کتابوں میں موجود ہے۔

راہ کوفہ و شام میں امام حسینؑ کے سر اقدس نے نوک نیزہ پر تلاوت قرآن مجید فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ اس قولِ پیغمبرؐ سے قطعاً اختلاف کی گنجائش نہیں ہے کہ إِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ یہ دونوں (قرآن و عترت) ہرگز ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔

اس سلسلے کی روایتیں برادران اہل سنت کے مآخذ میں بھی موجود ہیں:

عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرو قَالَ: أَنَا وَاللهِ رَأَيْتُ رَأْسَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ حِيْنَ حُمِلَ وَأَنَا بِدِمَشْقٍ وَبَيْنَ يَدَيِ الرَّأْسِ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ حَتَّى بَلَغَ قَوْلَهُ تَعَالَى: (أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا) قَالَ فَأَنْطَقَ اللهُ الرَّأْسَ بِلِسَانٍ ذَرِبٍ فَقَالَ أَعْجَبُ مِنْ أَصْحَابِ الْكَهْفِ قَتْلِيٌّ وَحَمْلِيٌّ۔

ترجمہ: منہال بن عمرو سے روایت ہے کہ اس نے کہا: خدا کی قسم میں نے حسینؑ بن علیؑ کے سر کو نیزے پر دیکھا ہے اور میں اس وقت دمشق میں تھا۔ وہ سر سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا حتی کہ باری تعالیٰ کے اس فرمان پر پہنچا: أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا۔ وہ کہتا ہے کہ اس آیت کے فوراً بعد سر نے واضح اور بلیغ زبان میں کہا کہ اصحاب کہف سے زیادہ عجیب میرا قتل ہونا اور میرے سر کو نیزے پر اٹھانا ہے۔[1]

---

۱۔ ابن عساکر، تاریخ مدینہ و دمشق، ۶۰: ۳۷۰؛ ابن منظور المصری، مختصر تاریخ دمشق، ۳: ۳۶۲؛ صلاح الدین الصفدی، الوافی بالوفیات، ۱۵: ۲۰۵، ؛ جلال الدین السیوطی، الخصائص الکبری، ۱: ۲۱۶، ؛ جلال الدین السیوطی، شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، ۱: ۲۱۰، ؛ الصالحہ الشامی، سبل الہدی والرشاد

سلمہ ابن کہیل سے مروی ہے:

رَأَیتُ رَأسَ الحُسَینِ بنِ عَلِیٍّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنهُمَا عَلَی القَنَا وَھُوَ یَقُولُ (فَسَیَکفِیکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیعُ العَلِیمُ)۔

ترجمہ: میں نے حسین ابن علی کے سر کو نیزے پر دیکھا ہے وہ یہ آیت پڑھ رہا تھا (فَسَیَکفِیکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیعُ العَلِیمِ)[1]

لہٰذا پیروان دینِ اسلام اور عاشقان رسول اکرمؐ کو ان دونوں (یعنی قرآن و عترت) سے وابستہ رہنا چاہئے۔اس میں اگر کہیں بھی کوتاہی ہو تو یہ تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے۔اہل بیت اطہار علیہم السلام سے عقیدت رکھنے والوں کے لئے روا نہیں ہے کہ وہ تمسکِ قرآن میں کوئی کوتاہی کریں اور قرآن مجید سے انس رکھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کی مودّت و اتباع کی ضرورت سے غافل نہ ہوں ورنہ ضلالت و گمراہی مقدر بن جائے گی۔

یہ جو دورِ حاضر میں دنیا کی دوسری بڑی آبادی ہونے کے باوجود امت مسلمہ دربدر ہے اس کی بنیادی وجہ قرآن و اہل بیتؑ سے اس کے تمسک میں کمی ہے۔قرآن مجید قانون کی کتاب ہے اور اہل بیت اطہار علیہم السلام نمونۂ عمل اور من و عن روشِ پیغمبرؐ پر چلنے والے ہیں۔جو اہل بیتؑ کی مدح سرائی تو کرے لیکن قرآن سے غافل ہو وہ یقیناً اہلِ تقصیر میں ہے۔اسی طرح قرآن کی تلاوت تو کر رہا ہو اور تعلیمات قرآن کی روشنی میں مراتبِ اہل بیت اطہارؑ سے ناآشنا ہو تو یقیناً وہ حقِ تلاوت نہیں ادا کر رہا ہے۔

یقیناً قرآن و اہل بیتؑ ارشاد نبویؐ کی روشنی میں امت مسلمہ کے رہنما ہیں اور ان سے روگردانی ضلالت و گمراہی کا سبب ہے۔اگر بغور جائزہ لیا جائے تو قرآن مجید میں فضائل اہل بیتؑ کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے۔ مثل سورہ دہر، آیۂ مودت، آیۂ تطہیر، آیۂ ولایت، اور آیۂ مباہلہ وغیرہ وغیرہ۔اسی طرح اہل بیت اطہار علیہم السلام نے ہمیشہ قرآن مجید کو اہمیت و ترجیح دی ہے اور اس کے فضائل بیان کئے ہیں۔

---

۱۔ابن عساکر، تاریخ مدینہ و دمشق، ۲۲، ۱۱۷ ؛ عبد الرؤف المناوی، فیض القدیر، شرح الجامع الصغیر، ۱: ۲۰۵

امام زین العابدینؑ ارشاد فرماتے ہیں:

لَو مَاتَ من بَین المَشْرقِ وَالْمَغْرِبِ لَمَا اَسْتَوْحَشْتُ بَعْدُ أَنْ يَكُونَ الْقُرآنُ مَعِی۔

ترجمہ: اگر تمام دنیا قبرستان میں تبدیل ہو جائے اور میرے پاس قرآن ہو تو مجھے تنہائی سے وحشت نہ ہوگی[1]۔

قرآن مجید وہ کلام الٰہی ہے کہ جن گھروں میں اس کی تلاوت ہوتی ہے وہ بقعۂ نور بن جاتے ہیں۔ ارشاد نبی اکرمؐ ہے:

نَوِّرُوا بُيُوتَكُمْ بِتِلَاوَةِ الْقُرآنِ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُوراً ، فَإِنَّ الْبَيتَ إِذَا كَثُرَ فِيهِ تِلَاوةُ الْقُرْآنِ كَثُرَ خَيْرُه و اُمتِيعَ اهلُه وَ اَضَاءَ لِأَهْلِ السَّماءِ كَمَا تُضِيءُ نجومُ السَّماءِ لِأَهْلِ الدُّنْيا۔

ترجمہ: اپنے اپنے گھروں کو تلاوت قرآن سے منور کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔ جن گھروں میں کثرت سے تلاوت قرآن ہوتی ہے وہاں خیر و برکت بھی زیادہ ہوتی ہے اور اہل خانہ کو فائدے بھی پہنچتے ہیں ایسے گھر آسمان والوں کے لئے اسی طرح جگمگاتے رہتے ہیں جس طرح زمین والوں کے لئے آسمانی ستارے جھلملاتے رہے ہیں۔[2]

---

۱۔ صحیح بخاری، صفحہ ۷۲۹ /۳

۲۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۶۱۵، باب فضل القرآن، ح ۱۳

## منابع و مآخذ


قرآن مجید

نہج البلاغہ

- ابن حجاج، مسلم، **صحیح مسلم**، تحقیق: محمد فواد عبدالباقی، بیروت
- ابن ضریس، محمد بن ایوب، **فضائل القرآن**، تحقیق: عروۃ بدیر، دمشق، ۱۴۰۸ق
- ابن عساکر، **تاریخ مدینہ و دمشق**، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ق
- ابن منظور المصری، **مختصر تاریخ دمشق**، دار الفکر، بیروت
- ابو الفضل احمد بن ابی طاہر ابن طیفور، **بلاغات النساء**، مطبعۃ مدرسۃ والدۃ عباس الأول، قاہرہ، ۱۹۰۸م
- بخاری، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، دار احیاء التراث العرب، بیروت
- جلال الدین السیوطی، **الخصائص الکبری**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
- جلال الدین السیوطی، **شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور**، دار المعرفۃ، بیروت
- الصالحہ الشامی، **سبل الہدی والرشاد**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
- صلاح الدین الصفدی، **الوافی بالوفیات**، دار إحیاء التراث، بیروت
- عبد الرؤوف المناوی، **فیض القدیر، شرح الجامع الصغیر**، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، قاہرہ
- کلینی، محمد بن یعقوب، **الکافی**، تصحیح: علی اکبر غفاری، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۳ش
- محمد باقر مجلسی، **بحار الانوار**، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۳م

# ماہ رمضان میں نزول قرآن : ایک جائزہ

مولانا ناظم علی خیر آبادی

قرآن کریم کلام اللہ ہے، دنیاوی اور اخروی حیات کا مکمل دستور العمل اور نظام زندگی ہے اور بارگاہ رب العزت کی جانب سے نازل ہونے والی آخری باقی رہنے والی کتاب ہے۔ اس میں حق وحقانیت کا بیان ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے جبرئیل امین کے ذریعہ اپنے آخری رسولؐ پر نازل کیا ہے اور پیغمبر ختمی مرتبتؐ کی رسالت کو انسانوں کی نظر میں یقینی بنانے کیلئے آنحضرتؐ کو معجزہ کے طور پر عطا کیا ہے۔ یہ وہ زندہ جاوید معجزہ ہے جس کا جواب کسی عہد اور زمانہ میں نہیں پیش کیا گیا اور نہ پیش کیا جاسکتا ہے۔

قرآن آیات وسورتوں کا مجموعہ ہے جس میں باطل کا گزر نہیں ہے۔ وحی الٰہی کے اس مکمل مجموعہ میں کسی طرح کی تحریف وتبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ سورہ انعام کی آیت ۱۹ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ۔

ترجمہ: اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ اس کے ذریعہ میں تمہیں اور جہاں تک یہ پیغام پہنچے سب کو ڈراؤں۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿﴾ وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿﴾

ترجمہ: اور تمہارا پروردگار بہت بڑا عزت والا اور مہربان ہے۔اور یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل ہونے والا ہے۔اسے جبرئیل امین لے کر نازل ہوئے ہیں۔یہ آپ کے قلب پر نازل ہوا ہے تاکہ آپ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں۔یہ واضح عربی زبان میں ہے[۱]۔

قرآن مجید وحی کے طریقہ پر نازل ہوا ہے۔اس لئے وحی کے بارے میں بھی علم ہونا چاہئے۔علمائے لغت نے وحی کے مختلف معانی بیان کئے ہیں۔وحی کے ایک معنی اشارہ کے ہیں۔علامہ راغب اصفہانی تحریر کرتے ہیں:

اَصْلُ الْوَحْیِ اَلاِشَارَۃُ السَّرِیْعَۃُ۔

ترجمہ: وحی ایک پوشیدہ پیغام ہے جو اشارہ اور تیزی کے ساتھ انجام دیا جاتا ہے[۲]۔

اور ابو اسحاق کا بیان ہے:

اَصْلُ الْوَحْیِ فِیْ الُّلغَۃِ کُلِھا اِعْلَامٌ فِی خِفَا وَلِذٰلِکَ سُمِّیَ الْاِلْھَامُ وَحْیاً۔

ترجمہ: وحی کا لغوی معنی پوشیدہ پیغام ہے۔اسی وجہ سے الہام کو بھی وحی کہا جاتا ہے۔

ابن منظور نے لسان العرب میں بھی یہی معنی بیان کئے ہیں[۳]۔قرآن مجید میں لفظ وحی چار معنی میں استعمال ہوا ہے:

---

۱۔سورہ شعرا، آیت ۱۹۱تا۱۹۵

۲۔راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ص ۵۱۵

۳۔لسان العرب، ج۱۵، ص ۳۸

۱۔ **پوشیدہ اشارہ:** جسے لغوی معنی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ جناب زکریاؑ کے سلسلہ میں قرآن میں آیا ہے:

فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَن سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا۔

ترجمہ: اس کے بعد زکریا محراب عبادت سے قوم کی طرف نکلے اور انہیں اشارہ کیا کہ صبح وشام اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے رہو[۱]۔

۲۔ **ہدایت غریزی:** جو تمام موجودات کی طبیعت میں ودیعت ہے۔ اس ہدایت طبیعی کو قرآن میں وحی کہا گیا ہے:

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ۞ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا۔

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کو اشارہ دیا کہ پہاڑوں اور درختوں اور گھروں کی بلندیوں میں اپنے گھر بنائے۔ اس کے بعد مختلف پھلوں سے غذا حاصل کرے اور نرمی کے ساتھ خدائی راستہ پر چلے جس کے بعد اس کے شکم سے مختلف قسم کے مشروب برآمد ہوں گے۔[۲]

۳۔ **الہام یا غیبی آواز:** یعنی انسان پیغام کو حاصل کرتا ہے لیکن اس کے منشاء کو نہیں جانتا تو پس پردہ سے غیبی آواز انسان کی مدد کرتی ہے۔

۴۔ **وحی رسالی:** یہ نبوت سے مخصوص ہے۔ اس وحی کا ذکر قرآن مجید میں ستر بار سے زیادہ آیا ہے۔ سورہ شوریٰ، آیت ۷ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا۔

---

۱۔ سورہ مریم، آیت ۱۱ ۲۔ سورہ نحل، آیت ۶۸۔۶۹

ترجمہ: اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف عربی زبان میں قرآن کی وحی بھیجی تاکہ آپ مکہ اور اس کے اطراف والوں کو ڈرائیں۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ۔

ترجمہ: پیغمبر ہم آپ کے سامنے ایک بہترین قصہ بیان کر رہے ہیں جس کی وحی اس قرآن کے ذریعہ آپ کی طرف کی گئی ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے آپ اس کی طرف سے بے خبر لوگوں میں تھے[1]۔

یقیناً انبیاء تکامل یافتہ ہوتے ہیں جو دریافت وحی کی آمادگی اپنے اندر فراہم کئے ہوتے ہیں۔ امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ وَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ اَفْضَلُ الْقُلُوبِ وَاَوْعاها فَاخْتَارَهُ لِنُبُوَّتِهِ۔

ترجمہ: خداوند عالم نے قلب پیغمبر کو بہترین پایا تو اپنی نبوت کیلئے منتخب کیا[2]۔

نیز پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيّاً وَلَا رَسُولاً حَتَّى يَسْتَكْمِلَ الْعَقْلَ وَيَكُونُ عَقْلُهُ اَفْضَلَ مِنْ جَمِيعِ عُقُولِ اُمَّتِهِ۔

ترجمہ: خداوند عالم نے کسی نبی و رسول کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اس نے اپنی عقل کو کمال تک پہونچایا ہو اور اس کی عقل امت کے تمام لوگوں کی عقلوں سے افضل و برتر ہو[3]۔

---

۱۔ سورہ یوسف، آیت ۳

۲۔ محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، ج۱۸، ص ۲۰۵

۳۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج۱، ص ۱۳

نیز ملا صدرالدین شیرازی نے بیان کیا ہے کہ پیغمبر ابتدا میں اپنے باطنی کمال سے آراستہ ہوتا ہے اور یہ باطنی آراستگی اس کے ظاہر میں نمودار ہوتی ہے، گویا پیغمبر نے پہلا سفر خلق سے حق تک کا طے کیا پھر حق تک پہونچنے کے بعد حق سے مخلوق کی طرف واپس آیا۔[1]

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پیغمبر کو کس طرح یہ اطمینان ہوتا ہے کہ جو کچھ ان تک پہونچا ہے وہ وحی الٰہی ہے، شیطانی وسوسہ نہیں ہے؟ اس سلسلہ میں امام صادقؑ کے صحابی زرارہ نے امامؑ سے دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اتَّخَذَ عَبداً رَسُولاً اَنْزَلَ عَلَیْہِ السَّکِیْنَۃَ وَالْوَقَارَ فَکَانَ الَّذِی یَاتِیْہِ مِنْ قِبَلِ اللّٰہِ مِثْلُ الَّذِی یَرَاہ بِعَیْنَیْہِ۔

ترجمہ: جب خداوند عالم کسی بندہ کو رسالت کیلئے منتخب کرتا ہے تو اس کو مخصوص سکون و وقار سے سرفراز کرتا ہے، تو جو چیز اس تک خدا کی جانب سے آتی ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہے گویا وہ اسے اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہوتا ہے[2]۔

اور ایک دوسری حدیث میں بیان ہوا ہے کہ کس طرح پیغمبر یہ جانتے ہیں کہ وہ پیغمبر ہیں۔ امامؑ نے فرمایا:

کُشِفَ عَنْھُمُ الْغِطَاء۔ ترجمہ: ان سے پردہ اٹھادیئے جاتے ہیں[3]۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب پیغمبر مبعوث ہوتے ہیں تو وہ مرحلہ علم الیقین سے گزرتے ہوئے مرتبہ عین الیقین کو طے کرتے ہوئے حق الیقین تک پہونچ جاتے ہیں تو اس میں تعجب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ پاکیزہ لوگ رسالت کیلئے مبعوث کئے جاتے ہیں۔

خداوند عالم نے ہر طرح کے تعجب اور بے جا توہم کو ختم کرنے کیلئے سورہ نساء کی آیات ۱۶۴ تا ۱۶۷ میں ارشاد فرمایا ہے:

---

۱۔ صدرالدین شیرازی، شرح اصول کافی، ج ۱۳، ص ۴۵۴

۲۔ تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۲۰۱

۳۔ بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۵۶

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ﴿١٦٤﴾ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٦٥﴾ لَّٰكِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنزَلَ إِلَيْكَ ۖ أَنزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿١٦٦﴾

ترجمہ : اے محمدؐ ! ہم نے تمہاری طرف اُسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی ہم نے ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ، عیسیٰؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف وحی بھیجی ہم نے داؤدؑ کو زبور دی۔

کچھ رسول ہیں جن کے قصے ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں اور کچھ رسول ہیں جن کا تذکرہ ہم نے نہیں کیا ہے اور اللہ نے موسٰی سے باقاعدہ گفتگو کی ہے۔ یہ سارے رسول بشارت دینے والے اور ڈرانے والے اس لئے بھیجے گئے تاکہ رسولوں کے آنے کے بعد انسانوں کی حجت خدا پر قائم نہ ہونے پائے اور خدا سب پر غالب اور صاحب حکمت ہے۔ (یہ مانیں یا نہ مانیں) لیکن خدا نے جو کچھ آپ پر نازل کیا ہے وہ خود اس کی گواہی دیتا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے اور ملائکہ بھی گواہی دیتے ہیں اور خدا خود بھی شہادت کے لئے کافی ہے۔

قرآن کریم کے بیان کے مطابق وحی رسالی کی تین قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں :

۱۔ **وحی مستقیم** : یعنی بغیر واسطہ کے قلب پیغمبر پر وحی کا القاء ہو۔

۲۔ **آواز پیدا کرنا** : پیغمبر کے کان میں اس طرح آواز کا پہونچنا کہ کوئی دوسرا اسے نہ سن سکے جیسے کوئی پس پردہ سے بات کرتا ہو۔ شب معراج جو وحی پیغمبر پر آئی وہ اسی انداز کی ہے۔

۳۔**فرشتہ کے ذریعہ القائے وحی**: جبرئیل امین وحی الٰہی کو قلب پیغمبر پر لاتے تھے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ۔

ترجمہ: اسے لے کر تیرے دل پر امانت دار روح اتری ہے۔[1]

❖

قُلْ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ۔

ترجمہ: اِن سے کہو کہ جو کوئی جبرئیل سے عداوت رکھتا ہو، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ جبرئیل نے اللہ کے اِذن سے یہ قرآن تمہارے قلب پر نازل کیا ہے۔[2]

## ماہ رمضان کی وجہ تسمیہ

ماہ رمضان کو امام سجادؑ نے ماہ اسلام (شہر الاسلام) کا نام دیا ہے۔ یہ شہر اللہ ہے۔ یہ قمری سال کا نواں مہینہ ہے۔ اس کو ماہ رمضان کے نام سے موسوم کرنے کے سلسلے میں کتب اسلامیہ میں چند اقوال ملتے ہیں:

۱۔ رمضان رمض سے مأخوذ ہے جس کے معنی دھوپ کی شدت سے پتھر، ریت وغیرہ کے گرم ہونے کے ہیں۔ اسی لئے جلتی ہوئی زمین کو رمضا کہا جاتا ہے۔ جب پہلی بار روزے واجب ہوئے تو ماہ رمضان سخت گرمی میں پڑا تھا اور روزوں کی وجہ سے گرمی اور تپش کا احساس زیادہ ہوا تو اس مہینہ کا نام ماہ رمضان یعنی ماہ آتش فشاں پڑ گیا۔

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّمَا سُمِّیَ رَمَضَانُ لِاَنَّه یَرْمِضُ الذُّنُوْبَ۔

ترجمہ: ماہ رمضان کو رمضان اس لئے کہا جاتاہے کہ وہ گناہوں کو جلا دیتاہے۔[3]

---

۱۔ سورہ شعراء، آیت ۱۹۳

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۹۷

۳۔ ری شہری، محمدی، میزان الحکمۃ، ج ۴، ص ۱۷۶، ح ۷۴۴۱

۲. رمضان رمضٰی سے اخذ کیا گیا ہے اور رمضٰی اس ابر و باراں کو کہا جاتا ہے جو موسم گرما کے آخر میں آئے جس سے گرمی کی شدت دور ہو جاتی ہے۔ یہ مہینہ گناہوں کے جوش کو کم کرتا ہے اور برائیوں کو دھو دیتا ہے۔

۳. یہ لفظ عربوں کے قول رَمَضتِ النَّصْلُ سے لیا گیا ہے جس کے معنی دو پتھروں کے درمیان چھری، تلوار یا نیزہ کے پھل کو رکھ کر تیز کرنا ہے۔ عرب اس مہینہ میں اپنے ہتھیاروں کو تیز کرتے تھے تاکہ اشہر الحرام کے شروع ہونے سے پہلے ماہ شوال میں اپنی جنگ جویانہ طبیعت کے تقاضے پورے کر سکیں۔

۴. لفظ رمضان ارتماض سے مأخوذ ہے جس کے معنی قلق واضطراب محسوس کرنے کے ہیں، چونکہ اس مہینہ میں بھوک وپیاس کی وجہ سے بے چینی محسوس ہوتی ہے اس لئے یہ نام رکھا گیا۔

۵. لفظ رمضان مشتق نہیں ہے بلکہ اللہ کا نام ہے چونکہ اس مہینہ کو اللہ سے خصوصی نسبت ہے اس لئے یہ اللہ کی جانب منسوب ہو کر ماہ رمضان کہلاتا ہے۔

چنانچہ امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمایا:

لَاتَقُولُوا هَذَا رَمَضَانَ وَلَا ذَهَبَ رَمَضَانَ وَلَاجَاءَ رَمَضَانَ فَاِنَّ رَمَضَانَ اِسْمٌ مِنْ اَسْمَاءِاللّٰهِ تَعَالٰی وَهُوَ عَزَّوَجَلَّ لَایَجِیْئُ وَلَایَذْهَبُ وَلٰکِنْ قُولُوا شَهْرَ رَمَضَانَ۔

ترجمہ: یہ نہ کہا کرو کہ یہ رمضان ہے یا رمضان گیا اور رمضان آیا کیونکہ رمضان اسمائے الٰہی میں سے ایک ہے اور اللہ کہیں آتا جاتا نہیں ہے لہٰذا ماہ رمضان کہا کرو[۱]۔

ماہ رمضان اسی نسبت اور فیوض وبرکات کے لحاظ سے تمام مہینوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے:

---

۱. ری شہری، محمدی، میزان الحکمۃ، ج ۴، ص ۱۷۶، ح ۷۴۴۲

قَدْ اَقْبَلَ اِلَیْکُمْ شَهْرُ اللّٰهِ بِالْبَرَکَةِ وَالرَّحْمَةِ وَالْمَغْفِرَةِ شَهْرٌ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ اَفْضَلُ الشُّهورِ وَاَیَّامُهُ اَفْضَلُ الْاَیَّامِ وَ لَیَالِیْهِ اَفْضَلُ اللَّیَالِی وَسَاعَاتُه اَفْضَلُ السَّاعَاة ۔

ترجمہ: تمہاری طرف اللہ کا مہینہ برکت، رحمت اور مغفرت کے ساتھ آگیا ہے۔ یہ مہینہ اللہ کے نزدیک تمام مہینوں سے افضل ہے۔ اس کے دن تمام دنوں سے اور اس کی راتیں تمام راتوں سے بہتر اور اس کے لحات تمام لمحوں سے افضل ہیں[1]۔

اس مہینہ کی راتوں میں ایک رات شب قدر (لیلۃ القدر) کے نام سے موسوم ہے جس میں بجالائے ہوئے اعمال و عبادات ہزار مہینوں کے اعمال سے بہتر ہیں۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے:

اَلْعَمَلُ الصالح فِیْهَا خَیْرٌ مِنَ الْعَمَلِ فِی اَلْفِ شَهْرٍ لَیْسَ فِیْهَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ۔

ترجمہ: اس رات میں عمل صالح کرنا ان ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے جس میں شب قدر نہ ہو۔[2]

## ماہ رمضان میں نزول قرآن

کلام اللہ قرآن کریم شہر اللہ کی لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے جبریئل امین کے توسط سے قلب رسول اکرمؐ پر نازل ہوا۔ قرآن مبین آیتوں اور سورتوں کا مجموعہ ہے جو ہجرت پیغمبرؐ سے قبل و بعد مکہ و مدینہ میں مختلف مناسبتوں اور گوناگوں واقعات کے طریقے پر نازل ہوا۔ بعد میں اسے جمع کیا گیا۔ نزول قرآن کا سلسلہ تدریجی طور پر حیات مرسل اعظمؐ کے آخری دور تک جاری رہا۔

حیات پیغمبر ختمی مرتبتؐ کے زمانہ میں جب کوئی واقعہ پیش آتا یا مسلمانوں کے لئے کوئی مشکل ہوتی تو اسے دور کرنے یا کبھی ان سوالات کے جوابات کی صورت میں آیتوں کا مجموعہ یا سورہ نازل ہوا اسے اسباب نزول یا شان نزول سے تعبیر کیا گیا ہے جن کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

---

۱۔ ری شہری، محمدی، میزان الحکمۃ، ج ۴، ص ۱۷۰، ح ۷۴۴۹

۲۔ شیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۵۸

قرآن مجید کا یہ تدریجی نزول اسے دوسری آسمانی کتابوں سے الگ کر دیتا ہے کیونکہ دیگر آسمانی کتابیں جیسے کہ صحف ابراہیم والواح موسی، زبور وانجیل یکجا طور پر نازل ہوئے۔ اسی وجہ سے مشرکین اعتراض کرتے تھے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً۔

ترجمہ: منکرین کہتے ہیں اِس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار دیا گیا؟[۱]۔

اس کے جواب میں ارشاد ہوا:

كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا۔

ترجمہ: ہم اسی طرح تدریجاً نازل کرتے ہیں تاکہ تمہارے دل کو مطمئن کر سکیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر نازل کیا ہے[۲]۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنزِيلًا۔

ترجمہ: اور ہم نے قرآن کو متفرق بناکر نازل کیا ہے تاکہ تم تھوڑا تھوڑا لوگوں کے سامنے پڑھو اور ہم نے خود اسے تدریجاً نازل کیا ہے۔[۳]

نزول قرآن کے تدریجی ہونے کی حکمت یہ تھی کہ پیغمبر اکرمؐ اور مسلمان یہ محسوس کریں کہ وہ برابر پروردگار کی مخصوص عنایت کی منزل میں ہیں اور ان کا رابطہ حق تعالیٰ سے استوار ہے۔

ماہ رمضان میں شب قدر سے نزول قرآن کا آغاز ہوا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ۔

---

۱۔ سورہ فرقان، آیت ۳۲

۲۔ سورہ فرقان، آیت ۳۲

۳۔ سورہ اسراء، آیت ۱۰۶

ترجمہ: ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت اور حق و باطل کے امتیاز کی واضح نشانیاں موجود ہیں۔[۱]

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوا:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ﴿٣﴾ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ۔

ترجمہ: ہم نے اس قرآن کو ایک مبارک رات میں نازل کیا ہے۔ ہم بیشک عذاب سے ڈرانے والے تھے۔اس رات میں تمام حکمت و مصلحت کے امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے[۲]۔

اور تیسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ۔

ترجمہ: ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا[۳]۔

## شب قدر کے بارے میں نظریات:

امامیہ کے نزدیک شب قدر دو راتوں کے درمیان محدود ہے۔ ماہ رمضان کی ۲۱ اور ۲۳ تاریخ۔ شیخ کلینیؒ نے حسان ابن مہران سے روایت کی ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے شب قدر کے بارے میں پوچھا تو امامؑ نے فرمایا کہ اسے ۲۱ و ۲۳ تاریخ میں تلاش کرو۔اور زرارہ نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کیا ہے کہ امامؑ نے فرمایا:

---

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۸۵

۲۔ سورہ دخان، آیت ۳

۳۔ سورہ قدر، آیت ۱

”انیسویں شب شب تقدیر، اکیسویں شب تعیین اور تیئسویں شب ختم و امضائے امر کی شب ہے“۔[۱]

شیخ صدوقؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ کا نظریہ اس امر پر متفق ہے کہ لیلۃ القدر شب ۲۳ ماہ رمضان ہے[۲]۔ وحی رسالی کا آغاز ہجرت سے تیرہ سال قبل (۶۰۹ عیسوی) ۲۷ رجب کو ہوا تھا لیکن آسمانی کتاب کے طور پر نزول قرآن میں تین سال کی تاخیر ہوئی۔ ان تین سالوں کو زمانہ فترت کہا جاتا ہے۔

اس زمانہ میں آنحضرتؐ پوشیدہ طور پر دعوت الی اللہ انجام دیتے رہے اور جب آیہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ[۳] نازل ہوئی تو علانیہ دعوت کا حکم ملا۔[۴]

ابو عبد اللہ زنجانی کا بیان ہے کہ آیہ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ[۵] کے نزول کے بعد تین سال تک قرآن نازل نہیں ہوا، اسے فترت وحی کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے بعد قرآن بہ تدریج نازل ہوا جس پر مشرکین کو اعتراض بھی تھا کہ کیوں قرآن ایک بار میں نازل نہیں ہوا[۶]۔ تدریجی نزول قرآن کی مدت بیس سال ہے اور بعثت پیغمبر اکرمؐ کے تین سال بعد سے آغاز اور حیات مرسل اعظمؐ کے آخری دور تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

بیس سال میں قرآن کے نزول کی روایت کو مندرجہ ذیل کتابوں میں مطالعہ کیا جاسکتا ہے:

- تفسیر عیاشی، ج۱
- تفسیر قمی، ج۱
- اعتقادات صدوق
- الاتقان فی اعلام القرآن، سیوطی، ج۱

---

۱۔ وسائل الشیعہ، ج۷، باب ۳۲، التہذیب، شیخ طوسیؒ، ج۴، ص ۳۳۰

۲۔ الخصال، ج۲، ص ۱۰۲

۳۔ پس آپ اس بات کا واضح اعلان کردیں جس کا حکم دیا گیا ہے اور مشرکین سے کنارہ کش ہوجائیں (سورہ حجر، آیت ۹۴)

۴۔ سیرہ ابن ہشام، ج۱، ص ۲۸۰؛ مناقب، ابن شہر آشوب، ج۱، ص ۴۰

۵۔ اس خدا کا نام لے کر پڑھو جس نے پیدا کیا ہے۔ (سورہ علق، آیہ ۱)

۶۔ تاریخ القرآن، ص ۹

❖ مستدرک علی الصحیحین، حاکم نیشاپوری

❖ البدایہ والنہایہ فی التاریخ، ابن کثیر، ج ۳

❖ تفسیر طبری، ج ۳

❖ طبقات ابن سعد، ج ۱

❖ بحار الانوار، ج ۱۸

ماہ رمضان میں قرآن کے علاوہ دوسری کتابیں بھی نازل ہوئی ہیں۔ جیسے ۶ رمضان کو توریت، ۱۲ رمضان کو انجیل اور ۱۸ رمضان کو زبور کا نزول ہوا۔

## پہلی آیت اور سورہ کا نزول:

پہلی آیت اور سورہ کے نزول کے بارے میں تین نظریات پائے جاتے ہیں:

۱۔ ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ سورہ علق کی ابتدائی تین یا پانچ آیتیں نازل ہوئیں جو بعثت پیغمبر سے ملی ہوئی ہیں۔ جب فرشتہ نے نازل ہو کر پیغمبر اکرمؐ سے کہا پڑھئے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: کیا پڑھوں تو فرشتہ نے کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔

امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں:

اَوَّلُ مَا نَزَلَ عَلیٰ رَسُولِ اللهِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ وَآخِرُ مَا نَزَلَ عَلَيْهِ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ۔ [1]

۲۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ سورہ مدثر پہلا سورہ ہے جو پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہوا۔ چنانچہ ابن سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے جابر ابن عبد اللہ انصاری سے سوال کیا کہ کونسی آیت یا سورہ پہلی بار نازل ہوا؟ انھوں نے جواب دیا یَاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ میں نے پوچھا کہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ کا کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ جو بات میں نے پیغمبر اکرمؐ سے سنی ہے وہ تم سے بیان کرتا ہوں۔ میں نے پیغمبرؐ کو بیان کرتے

---

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۶۲۸؛ عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۶؛ بحار الانوار، ج ۹۲، ص ۳۹

ہوئے سنا ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ میں نے ایک مدت کوہ حرا میں گزاری۔ آخر میں پہاڑ سے نیچے آکر صحرا کے درمیان رہا تو ایک آواز سنی۔ چاروں طرف دیکھا، کوئی نظر نہ آیا۔ ناگہاں میں نے اسے دیکھا تو میرے جسم میں لرزہ پیدا ہوا۔ میں گھر جناب خدیجہ کے پاس آیا اور میں نے چادر اوڑھنے کی خواہش کی اس وقت یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَاَنْذِرْ نازل ہوئی۔[1]

اس روایت سے کچھ لوگوں نے استفادہ کیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ پر ابتدائے وحی میں پہلا سورہ یہی سورہ مدثر نازل ہوا ہے لیکن روایت کے متن میں کوئی اشارہ اس امر کی جانب نہیں ہے کہ یہی پہلا سورہ نازل ہوا ہے۔ صرف جناب جابر نے اس حدیث سے اس کا استنباط کیا ہے۔

۳۔ ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ پہلا سورہ، سورہ حمد ہے جو پیغمبر اسلامؐ پر نازل ہوا۔ زمخشری کا بیان ہے کہ زیادہ تر مفسرین کا عقیدہ ہے کہ سب سے پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوا۔

ان تینوں نظریات کے درمیان جمع کی یہ صورت ممکن ہے کہ سورہ علق کی ابتدائی تین یا پانچ آیات قطعی طور پر آغاز بعثت سے ملی ہوئی ہیں۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اس کے بعد سورہ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، اور مکمل پہلا سورہ جو پیغمبرؐ پر نازل ہوا وہ سورہ حمد ہے اور سورہ علق یا سورہ مدثر کی چند آیتیں، آغاز میں سورہ کا عنوان نہیں ہوتا تھا اس لئے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ پہلا سورہ، سورہ حمد ہے جسے فاتحۃ الکتاب بھی کہا جاتا ہے۔

**آخری آیت اور سورہ:**

اہل بیت طاہرینؑ کی روایات میں آیا ہے کہ آخری سورہ، سورہ نصر ہے۔ اس سورہ میں شریعت و دین کی مطلق کامیابی کی بشارت دی گئی ہے کہ دین مستحکم اور استوار ہو گیا ہے اور لوگ گروہ در گروہ دین میں داخل ہو رہے ہیں۔

امام صادقؑ نے فرمایا:

"اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَ الْفَتْحُ آخری سورہ ہے جو پیغمبرؐ پر نازل ہوا ہے"[2]۔

---

۱۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۹۹؛ مسند احمد، ج۳، ص۳۰۶

۲۔ سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج۱، ص۲۷

ابن واضح یعقوبی نے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے کہ آخری آیت اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ہے۔یہی نظریہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ اس آیت کا نزول غدیر خم میں حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کے اعلان پر ہوا۔[1]

## نزول قرآن شب قدر میں:

اس بارے میں یہ سوال ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کا نزول تدریجی طور پر ہوا جو بیس سال کے عرصہ پر محیط ہے تو کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا ہے جیسا کہ قرآن میں صاف صاف بیان ہوا ہے اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدر،اس سے شب قدر میں نزول اور تدریجی نزول کے درمیان تعارض پیدا ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں:

۱۔آغاز نزول قرآن شب قدر میں ہے جیسا کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِی اُنْزِلَ فِيهِ الْقُرآن[2] سے ظاہر ہے۔

بہت سے محققین نے اس نظریہ کو قبول کیا ہے۔زمخشری نے تفسیر کشاف (ج۱)، بیضاوی نے انوارالتنزیل (ج۱)، شیخ مفید نے شرح العقائد (ص ۵۸) اور سید مرتضیٰ نے مسائل طرابلسیہ میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔

مفسرین نے لفظ قرآن کے نزول سے کامل قرآن مراد نہیں لیا ہے بلکہ ابتدائے نزول قرآن مراد لیا ہے۔ اُنْزِلَ فِيهِ الْقُرآن یعنی اس شب میں نزول شروع ہوا۔ مگر وہ لوگ جو ظاہر روایات کو مانتے ہیں وہ اس سے مختلف ہیں،البتہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ قرآن الفاظ،عبارت اور خصوصیات کے ساتھ یکجا اور ایک شب میں نہیں نازل ہوا۔

---

۱۔ تاریخ یعقوبی،ج۲،ص ۳۵

۲۔سورہ بقرہ،آیت ۱۸۵

۲۔ دوسرے گروہ کا عقیدہ ہے کہ ہر سال شب قدر میں اس سال کی بنا پر یکجا قرآن نازل ہوتا رہا پھر وہی آیتیں سال کے اندر مناسبات وواقعات کے پیش نظر نازل ہوتی رہیں۔ اس نظریہ کو اگر مان لیا جائے تو شہر رمضان اور لیلۃ القدر سے مراد تمام ماہ رمضان اور ہر سال کی شب قدر مقصود ہو گی۔

۳۔ تیسرا نظریہ یہ ہے اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ سے مراد یہ ہے کہ ماہ رمضان کی شان اور اس کی فضیلت میں قرآن نازل ہوا ہے اور کچھ لوگوں کا قول ہے اُنْزِلَ صَوْمُه فِي الْقُرْآنِ یعنی رمضان المبارک میں روزہ قرآن میں نازل کیا گیا۔[1]

۴۔ کچھ لوگوں کا نظریہ ہے کہ زیادہ تر آیات قرآنی ماہ رمضان میں نازل ہوئیں، اس کا احتمال سید قطب نے پیش کیا ہے[2] لیکن یہ نظریہ ثابت نہیں ہے نیز یہ کہ یہ مخصوص نظریہ سورہ بقرہ کی آیت کیلئے ہے سورہ قدر اور دخان کیلئے نہیں۔ یہ تینوں سابق کے نظریات قابل قبول نہیں ہیں اور پہلا اور پانچواں نظریہ صحیح ہے۔

۵۔ پانچواں نظریہ یہ ہے کہ قرآن کے دو نزول ہیں۔ یکبارگی اور دوبارہ تدریجی۔ شب قدر میں یکجا پورا قرآن پیغمبرؐ پر نازل ہوا۔ پھر پوری مدت رسالت میں دوبارہ بتدریج نازل ہوا۔ شیعہ روایات میں ہے کہ قرآن عرش سے آسمان چہارم پر اترا اور بیت معمور میں رکھا گیا۔ شیخ صدوقؒ نے اس نظریہ کو عقائد امامیہ کا جز مانا ہے۔ انھوں نے تحریر کیا ہے:

نُزِلَ القرآنُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ جُمْلَةٌ وَاحِدَةٌ اِلىٰ الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ فِي السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ۔ ترجمہ: قرآن ماہ رمضان میں اور شب قدر میں ایک ساتھ بیت معمور میں نازل ہوا جو آسمان چہارم پر ہے۔[3]

قرآن کریم کے دفعتاً یا تدریجی طور پر نزول کے سلسلہ میں بزرگ علماء نے بہت سی توجیہات کی ہیں جن میں زیادہ تر احادیث کی تاویل پر مبنی ہیں۔ ان میں سے چند توجیہات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے:

---

۱۔ تفسیر طبرسی، ج۱؛ الکشاف، ج۱؛ تفسیر کبیر، ج۵

۲۔ فی ظلال القرآن، ج۲

۳۔ الاعتقادات، باب ۳۱

۱۔قرآن مجید کے دفعتاً شب قدر میں پیغمبرؐ پر نازل ہونے سے مراد پیغمبرؐ کو قرآن کے کلی مشتملات سے آگاہ کرنا ہے۔ یہ تاویل شیخ صدوقؒ کے کلام میں ہے کہ انھوں نے کہا ہے: اِنَّ اللّٰہَ اَعْطٰی نَبِیَّہٗ الْعِلْمَ جُمْلَۃً۔ یعنی قرآن کے الفاظ اور عبارات شب قدر میں نازل نہیں ہوئے بلکہ صرف اس کا علم دیا گیا اور پیغمبرؐ اجمالی طور پر اس کے مشتملات سے آگاہ ہوئے۔

۲۔علامہ فیض کاشانی بیت معمور کو قلب پیغمبرؐ قرار دیتے ہیں کیونکہ آنحضرتؐ کا قلب مبارک خانہ معمور خدا ہے جو آسمان میں مادی دنیا کے مرتبہ چہارم میں ہے۔[1]

۳۔ابو عبد اللہ زنجانی کا بیان ہے کہ روح قرآن جو قرآن کا بلند مقصد ہے اور کلی پہلو کا حامل ہے وہ شب قدر میں قلب پیغمبرؐ پر متجلی ہوا۔ سورہ شعراء آیت ۱۹۳ میں ارشاد ہوتا ہے: نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ۔ پھر مکمل مدت نبوت میں پیغمبرؐ کی زبان مبارک پر ظاہر ہوا وَقُرْآناً فَرَقْنٰاہُ لِتَقْرَأَہُ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکْثٍ وَّنَزَّلْنٰاہُ تَنْزِیلاً۔[2]

۴۔علامہ طباطبائی نے اسی تاویل کو لطیف ترین انداز میں پیش کیا ہے:

"بنیادی طور پر قرآن ایک دوسرے وجود اور حقیقت کا حامل ہے جو وجود ظاہری کے پس پردہ پوشیدہ ہے اور معمولی نگاہ اور ادراک سے دور ہے، قرآن وجود باطنی میں ہر طرح کی تجزیہ و تحلیل سے عاری ہے نہ اسمیں جزء ہے نہ فصل، نہ آیت نہ سورہ، بلکہ ایک وحدت حقیقی سے باہم ملا ہوا اور مستحکم ہے جو عالی مقام پر استوار ہے اور سب لوگوں کی دسترس سے بعید ہے، قرآن کے دو وجود ہیں ایک ظاہری جو الفاظ کے قالب میں ہے اور دوسرا وجود باطنی جو اپنے اصلی مقام میں ہے، قرآن شب قدر میں اپنے وجود باطنی اور اصلی کے ساتھ یکجا قلب پیغمبرؐ پر نازل ہوا اور اس کے بعد تدریجی طور پر مکمل مدت نبوت میں نازل ہوا"۔[3]

---

۱۔ تفسیر صافی، ج۱، ص ۴۳
۲۔ سورہ اسرا، آیت ۱۰۶
۳۔المیزان، ج۲، ص ۱۵۔۱۶

## منابع و مآخذ


قرآن مجید

صحیفہ کاملہ، ترجمہ مفتی جعفر حسین

❖ ابن بابویہ، محمد بن علی، **الخصال**، تحقیق: علی اکبر غفاری، جامعہ مدرسین، قم، ۱۳۶۲ش

❖ ابن حجاج، مسلم، **صحیح مسلم**، تحقیق: محمد فواد عبدالباقی، بیروت

❖ ابن حنبل، احمد، **مسند الامام احمد بن حنبل**، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۹ق

❖ حر عاملی، محمد بن حسن، **وسائل الشیعۃ**، مؤسسۃ آل البیت، قم، ۱۴۰۹ق

❖ راغب اصفہانی، حسین بن محمد، **المفردات فی غریب القرآن**، دار القلم، بیروت، ۱۴۱۲ق

❖ ری شہری، محمدی، **میزان الحکمۃ**، مکتب الاعلام الاسلامی، قم، ۱۳۷۲ش

❖ زمخشری، جاراللہ محمود، **الکشاف فی حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التأویل**، دار الکتب العربی، بیروت، ۱۴۰۷ق

❖ سیوطی، جلال الدین، **الاتقان فی علوم القرآن**، دار الندوۃ، بیروت

❖ سید بن قطب بن ابراہیم الشاذلی، **فی ظلال القرآن**، دار الشروق، بیروت، ۱۹۶۸م

❖ شیخ صدوق، **عیون اخبار الرضا**، دار الکتب الاسلامیہ

❖ صدوق، ابو جعفر، **الاعتقادات**، کتابستان، قم، ۱۳۹۹ش

❖ طباطبایی، محمد حسین، **المیزان فی تفسیر القرآن**، ترجمہ: سید محمد باقر موسوی ہمدانی، دفتر انتشارات اسلامی، قم، ۱۳۷۴ش

❖ طبرسی، فضل بن حسن، **جوامع الجامع فی تفسیر القرآن الکریم**، مکتبہ الکعبہ، تہران، ۱۳۶۲ش

❖ طوسی، محمد بن الحسن، **تہذیب الأحکام**، تحقیق: حسن موسوی خرسان، دار الکتب الإسلامیہ، قم، ۱۴۰۷ق

❖ فیض کاشانی، محمد محسن، **التفسیر الصافی**، مکتبۃ الصدر، قم، ۱۴۱۶ق

❖ کلینی، محمد بن یعقوب، **الکافی**، تصحیح: علی اکبر غفاری، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۳ش

❖ محمد باقر مجلسی، **بحار الانوار**، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۳ م

# قرآن فہمی امام علیؑ کی نگاہ میں

مؤلف: زینب رمضانی علوی
مترجم: ڈاکٹر خان محمد صادق جونپوری

**خلاصہ**

حضرت علیؑ نے قرآن مجید کی عظمت و بزرگی اور اس کی خصوصیات کو حیرت انگیز انداز میں بیان فرمایا ہے۔آپ فرماتے ہیں: فَالْقُرْآنُ آمِرٌ زَاجِرٌ وصَامِتٌ نَاطِقٌ[1]۔پہلی نظر میں قاری کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ صامت و ناطق سے کیا مراد ہے؟اگر قرآن بولتا ہے توخاموش کیسے ہے۔دوسری طرف امام علیؑ یَنْطِقُ بَعْضُه بِبَعْضٍ[2] کے ذریعہ قرآن سے استنطاق کا حکم دیتے ہیں اور قرآن فہمی کی دعوت دیتے ہیں۔

اس مقالہ میں ہم امامؑ کے اسی قول کا جائزہ لیں گے اور یہ ثابت کریں گے کہ امامؑ کے اس بیان میں کسی بھی طرح کا تناقض نہیں پایا جاتا ہے۔قرآن خاموش ہونے کے باوجود ایسے پند و اندرز کا حامل ہے جو اسے ناطق بناتا ہے۔اس مقالہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ امام علیؑ کی نظر میں کلام الٰہی اس انداز میں نازل کیا گیا ہے کہ لوگوں کے لئے قابل فہم ہو۔اس کے باوجود اس مقدس کتاب کی مکمل فہم اور اس کے مختلف مراتب کے درک کے لئے مخبر صادق اور امام معصوم کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔امام علیؑ نے قرآن کے ظاہری نطق کی نفی کی ہے لیکن مفسر قرآن کی ضرورت پر تاکید فرمائی ہے۔

**کلیدی کلمات**: فہم قرآن، امام علیؑ، ناطق، صامت، ظاہر، باطن

---

۱- نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸۳
۲- نہج البلاغہ، خطبہ ۱۳۳

## مقدمہ

قرآن کریم کی تفسیر اوراس کے مطالب و معانی کو درک کرنا اسلامی علوم کا بہت ہی اہم موضوع ہے۔ یہاں فہم قرآن سے مراد الفاظ کے معانی یا شان نزول و غیرہ نہیں ہے بلکہ ان حقائق و معانی کو درک کرنا ہے جو بشری تعابیر کے ڈھانچے میں نازل ہوئے ہیں۔

قرآن کریم کے ہدایت بخش معارف و مفاہیم سے فیضیاب ہونے کے لئے اس بات پر یقین ضروری ہے کہ ہم قرآن کو سمجھ سکتے ہیں اور ہم مختلف طریقوں خاص کر نہج البلاغہ سے اس بات کو ثابت کرسکتے ہیں۔اس یقین کے حاصل ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ معارف قرآنی میں تدبراور غور و فکر کا باب ہمارے سامنے کھل جائے گا جس کی وجہ سے قرآن مجید کی متعدد تفسیریں تحریر کی گئیں۔

قرآن کریم کے معارف و نکات اور رموز واشارات کی تشریح میں غفلت کے باعث اخباری، اشعری اور دوسرے فکری گروہ وجود میں آئےاور اس کا نتیجہ قرآنی معارف سے محرومیت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ان لوگوں نے یا تو فہم قرآن میں عقل کے کردار پر سوالیہ نشان لگایاہے یا ظواہر آیات پر تکیہ کرلیاہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جسمانیت، عدم عصمت انبیاء ، جبر وغیرہ جیسے اقوال پیدا ہوئے۔

نطق قرآن کے سلسلہ میں امام علیؑ سے تین طرح کی روایتیں نہج البلاغہ میں موجود ہیں۔کچھ روایتیں نطق قرآن کی نفی کرتی ہیں، کچھ روایتیں اس موضوع کو ثابت کرتی ہیں اور بعض روایات نے قرآن کے ناطق اور صامت ہونے کو ایک ساتھ پیش کیاہے۔اس مقالہ میں ان سب روایتوں کا جائزہ لیا جائے گااور یہ بتانے کی کوشش کی جائے گی کہ حضرت علیؑ کی نگاہ میں قرآن کے صامت ہونے سے کیا مراد ہے؟ کیااس سے مراد عدم فہم قرآن ہے؟ کیاوہ لوگ جو قرآن کو سمجھنے کی کوشش کررہے ہیں، وہ اس کے معارف و نکات کو دریافت کرنے میں برابر ہیں۔

قرآن کے ناطق یا صامت ہونے کے سلسلہ میں بہت سے محققین نے اپنی کاوشوں کو کتاب یا مقالہ کی شکل میں پیش کیاہے۔ یہاں پر ہم کچھ موارد کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

- علی اکبر بابائی نے اپنی کتاب "روش شناسی تفسیر قرآن" میں امکان وجواز تفسیر کے ذیل میں غیر معصوم کے ذریعہ تفسیر قرآن کے جواز کے بارے میں نص کو ماننے والوں کے دلائل کا جائزہ لیاہے۔

- سید حسین ہاشمی نے اپنے مقالہ " فہم قرآن در نگاہ امام علیؑ " میں فہم قرآن میں مؤثر عوامل پر روشنی ڈالی ہے۔
- علی اسعدی نے اپنے مقالہ " مبانی و مراتب فہم قرآن " میں فہم قرآن از منظر قرآن پر گفتگو کی ہے۔
- حامد پور رستمی نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ " مبانی فہم و تفسیر قرآن در نہج البلاغہ " میں مبانی تفسیر قرآن کے موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔
- آیت اللہ مصباح یزدی کی کتاب "قرآن شناسی" کی دوسری جلد میں "امکان فہم و بہرہ مندی از قرآن "اور "جواز فہم قرآن" کے تحت عدم جواز فہم قرآن کے سلسلہ میں نص کے ماننے والوں کے دلائل کا جائزہ لیا گیا ہے۔
- محمد حسن محمدی مظفر نے اپنی کتاب "ظاہر گرائی در فہم قرآن" میں اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے نتیجہ میں رونما ہونے والے مسائل پر گفتگو کی ہے۔
- محمد باقر فرضی نے اپنی کتاب " نقد و بررسی ظاہر گرائی در فہم قرآن" میں ظاہر گرائی کا ماہوی حیثیت سے جائزہ لیا ہے۔

مقالہ کے اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے کچھ اصطلاحات پر روشنی ڈالنا مناسب ہے۔

## نطق

نطق گفتگو کرنے اور ناطق گفتگو کرنے والے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآنی آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نطق ہمیشہ الفاظ یا صوت کے ہمراہ نہیں ہے اور ہر ذی روح کی اپنی خاص نطق ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ دوسروں کے ساتھ بات چیت کرتا ہے۔اسی وجہ سے جناب سلیمان اللہ تعالی کے اذن سے ان کی باتوں کو سمجھ لیتے تھے۔

ارشاد رب العزت ہے:

وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔

ترجمہ: اور وہ اپنے اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیسے شہادت دے دی تو وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اسی خدا نے گویا بنایا ہے جس نے سب کو گویائی

عطا کی ہے اور تم کو بھی پہلے دن اسی نے پیدا کیا ہے اور اب بھی پلٹ کر اسی کی بارگاہ میں جاؤ گے۔[۱]

علامہ طباطبائی اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"نطق کا تعلق صرف انسانی اعضاء و جوارح سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق سارے موجودات سے ہے اور اس کی وجہ بھی خدائے سبحان ہے[۲]۔"

### صامت

صمت خاموشی کے معنی میں آتا ہے اور دیر تک خاموش رہنے والے کو صامت کہتے ہیں[۳]۔ قرآن مجید میں لفظ صمت صرف ایک بار آیا ہے:

وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ۔

ترجمہ: اور اگر آپ انہیں ہدایت کی طرف دعوت دیں تو ساتھ بھی نہ آئیں گے ان کے لئے سب برابر ہے انہیں بلائیں یا چپ رہ جائیں۔[۴]

نہج البلاغہ میں لفظ "صمت" اٹھارہ بار آیا ہے۔

### قرآن کا ظاہر و باطن

قرآن کریم کی ایک خصوصیت جس کا ذکر امامیہ کے علاوہ اہل سنت کے منابع میں بھی ہوا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا ایک ظاہری معنی ہوتا ہے اور دوسرا باطنی معنی۔ اس موضوع کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم آسانی سے قرآن کے ناطق اور صامت ہونے کو سمجھ سکتے ہیں۔

علامہ طباطبائی قرآن کریم کے ظاہر و باطن کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

---

۱۔ سورہ فصلت، آیت ۲۱

۲۔ طباطبائی، سید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، ج ۱۷، ص ۳۸۰

۳۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، ج ۲، ص ۵۴

۴۔ سورہ اعراف، آیت ۱۹۳

"آیت کے ظاہری معنی سے مراد اس کا وہ معنی ہے جو روشن وآشکار ہے اور اس کے باطنی معنی سے وہ معنی مراد ہے جو ظاہری معنی کے پیچھے چھپا ہوا ہے، چاہے ظاہری معنی باطنی معنی کے قریب ہو اور چاہے .....۔"[۱]

تفسیر نمونہ میں درج ہے:

"قرآن کا وہ پہلو جسے صرف دانشور حضرات اور علم ومعرفت کے شیدائی درک کر سکتے ہیں، اسے باطن قرآن کہتے ہیں اور الفاظ قرآن کے عام معنی کو جسے عام لوگ بھی سمجھ سکتے ہیں ظاہر قرآن کہتے ہیں[۲]۔

اگرچہ قرآن نے صراحت کے ساتھ ظاہر و باطن قرآن کے بارے میں گفتگو نہیں کی ہے لیکن وہ آیتیں[۳] جن میں قرآن کریم کے معانی ومفاہیم پر غور وفکر کرنے کی تاکید کی گئی ہے، ان سے یہ معنی اخذ کیا جاسکتا ہے۔

قرآنی آیات کے ظاہری معنی کے پیچھے ایک باطنی معنی بھی ہوتا ہے۔آلوسی اس بات کے اثبات کے لئے ان آیات کا سہارا لیتے ہیں جن میں قرآن کو تفصیل کل شیء یا جامع علوم بتایا گیا ہے اور کہتے ہیں:

"مجھے نہیں معلوم بطون قرآن کے منکر وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ[۴] اور مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ[۵] کی کیسے توجیہ کریں گے۔ ۔مجھے حیرت ہے کہ وہ دیوان متنبّی کے اشعار کے مختلف معانی کا احتمال دیتے ہیں لیکن آخری نبیؐ پر نازل ہونے والے وحی الٰہی کے باطنی معانی کا انکار کرتے ہیں[۶]۔

---

۱۔ طباطبائی، سید محمد حسین، قرآن در اسلام، ص ۴۷

۲۔ مکارم شیرازی ناصر وہمکاران، تفسیر نمونہ، ج۱، ص ۷۰

۳۔ سورہ نساء، آیت ۸۲؛ سورہ محمد، آیت ۲۴؛ سورہ نحل، آیت ۴۴

۴۔ سورہ انعام، آیت ۱۵۴

۵۔ سورہ انعام، آیت ۳۸

۶۔ آلوسی سید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، ج۱، ص ۸

اس سلسلہ میں بہت سی روایات بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی آیتوں کے ظاہری اور باطنی معنی ہوتے ہیں۔امام علیؑ نے اپنے دو خطبوں میں اس موضوع کو دو مختلف تعبیروں میں بیان فرمایا ہے:

اَنَّ الْقُرآنَ ظَاهِرُهُ اَنِیقٌ وَ بَاطِنُهُ عَمِیقٌ۔ ترجمہ: قرآن کا ظاہر خوشنما اور اس کا باطن گہرا ہے۔[1]

❖

وبَیَّنَ حُجَجَه مِنْ ظَاهِرِ عِلْمٍ وبَاطِنِ حُکْمٍ۔

ترجمہ: اس کے دلائل کو واضح کیا ہے ظاہری علم اور باطنی حکمتوں کے ذریعہ۔[2]

## تفسیر قرآن

تفسیر قرآن مجید کے بارے میں اجمالی شناخت بھی ضروری ہے۔ تفسیر کا لغوی مطلب چھپی ہوئی شئے کو آشکار کرنا[3] اور بیان معنائے معقول[4] ہے اور اصطلاحی طور پر قرآن کریم کی تشریح و وضاحت کے علم کو تفسیر کہتے ہیں۔قرآن کریم میں لفظ تفسیر صرف ایک بار آیا ہے:

وَلَا یَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِیرًا۔

ترجمہ: اور یہ لوگ کوئی بھی مثال نہ لائیں گے مگر یہ کہ ہم اس کے جواب میں حق اور بہترین بیان لے آئیں گے[5]۔

اس نکتہ کی وضاحت ضروری ہے کہ تفسیر، صرف الفاظ قرآن کی وضاحت نہیں ہے بلکہ آیت میں چھپے ہوئے معانی کو بیان کرنا ہے لہذا تفسیر صرف اسی کلام کی ہوتی ہے جس میں چھپے ہوئے معنی بھی ہوں۔

---

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۵۲

۳۔ جوہری اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغہ و صحاح العربیہ، ج ۲، ص ۷۸۱

۴۔ راغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، ۶۳۶

۵۔ سورہ فرقان، آیت ۳۳

## نطق قرآن کی نفی واثبات کرنے والی روایات کا جائزہ

نہج البلاغہ میں فہم قرآن کے سلسلہ میں تین طرح کی روایتیں موجود ہیں:

- ایسی روایتیں جن سے قرآن کا ناطق ہونا ثابت ہوتا ہے
- ایسی روایتیں جن سے قرآن کے ناطق ہونے کی نفی ہوتی ہے
- ایسی روایتیں جن میں قرآن کے ناطق اور صامت ہونے کی خصوصیت ایک ساتھ بیان ہوئی ہیں

### الف: ایسی روایتیں جن سے قرآن کا ناطق ہونا ثابت ہوتا ہے

نہج البلاغہ میں اس طرح کی روایتیں دو صورتوں میں بیان ہوئی ہیں

### ۱- ایسی روایتیں جن میں صراحت کے ساتھ قرآن کے ناطق ہونے کی بات بیان کی گئی ہے:

كِتَابُ اللّٰهِ تُبْصِرُونَ بِهِ وَ تَنْطِقُونَ بِهِ وَ تَسْمَعُونَ بِهِ وَ يَنْطِقُ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ وَ يَشْهَدُ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ۔[۱]

ترجمہ: یہ کتاب خدا ہے جس میں تمہاری بصارت اور سماعت کا سارا سامان موجود ہے۔ اس میں ایک حصہ دوسرے کی وضاحت کرتا ہے اور ایک دوسرے کی گواہی دیتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ كِتَابُ اللّٰهِ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، نَاطِقٌ لَا يَعْيَا لِسَانُهُ۔

ترجمہ: کتاب خدا نگاہ کے سامنے ہے۔ یہ وہ ناطق ہے جس کی زبان عاجز نہیں ہوتی ہے[۲]۔

---

۱- نہج البلاغہ، خطبہ ۱۳۳

۲- ایضاً

امام علیؑ کے کلام میں قرآن کے ناطق ہونے کے علاوہ، قرآن سے استنطاق کی بات بھی موجود ہے:

ذَلِكَ الْقُرْآنُ، فَاسْتَنْطِقُوهُ۔

ترجمہ: اور یہی قرآن ہے، اسے بلوا کر دیکھو[1]۔

امام علیؑ نے اس روایت میں لفظ استنطاق کا استعمال کیا ہے یعنی قرآن سے سوال کریں اور اسے بلوائیں۔ ظاہراً سب سے پہلے حضرت علیؑ نے قرآن کے بارے میں اس تعبیر کا استعمال کیا ہے۔ استنطاق باب استفعال سے ہے اور اس کا مطلب سوال کرنا اور طلب نطق ہے۔ شارحین و مفسرین کلام اہلبیت علیہم السلام نے استنطاق قرآن کے لئے مندرجہ ذیل معانی کا احتمال دیا ہے:

### ❖ تفسیر قرآن بالقرآن

علامہ طباطبائی تفسیر قرآن بالقرآن کو استنطاق قرآن کا مصداق مانتے ہیں اور فرماتے ہیں:

> "بعض آیتوں کو سمجھنے کے لئے دوسری آیتوں کا سہارا لینا پڑتا ہے اور بعض آیتیں دوسری آیتوں سے رفع تشابہ کرتی ہیں لہٰذا علوم قرآنی میں تحقیق و تفحص کرنے والوں کے لئے لازم ہے کہ وہ ایک آیت کے معنی و مفہوم کو سمجھنے کے لئے دوسری آیتوں کا سہارا لیں اور ایک آیت کے لئے دوسری آیت کو شاہد مثال بنائیں یعنی بعض آیتوں کو سمجھنے کے لئے دوسری آیتوں سے استنطاق کریں"[2]۔

### ❖ تاویل قرآن

آیت اللہ جوادی آملی استنطاق قرآن کو تاویل قرآن سے متعلق جانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تاویل قرآن کے لئے صرف الفاظ قرآن کافی نہیں ہیں اور تدبر سے اسے حاصل نہیں کیا جاسکتا اور استنطاق قرآن اور تدبر فی القرآن میں فرق ہوتا ہے۔[3]

---

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۵۸
۲۔ المیزان فی تفسیر القرآن، ج ۷، ص ۱۶۶
۳۔ جوادی آملی، عبداللہ، قرآن حکیم از منظر امام رضا، ص، ۱۲۰-۱۱۵

## ❖ تفسیر موضوعی قرآن

شہید محمد باقر صدر کے قول کے مطابق استنطاق قرآن سے مراد قرآن کی تفسیر موضوعی ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ سماجی، اقتصادی اور دوسرے مسائل کے مطالعہ کے بعد مختلف موضوعات کی شناخت ہو اور پھر انہیں سوال کی صورت میں قرآن پر پیش کیا جائے اور اس کا جواب قرآن میں تلاش کیا جائے[1]۔

## ❖ قرآن سے استنباط

بعض محققین امام علیؑ کے کلام کی تشریح میں کہتے ہیں کہ فاستنطقوہ سے مراد یہ ہے کہ قرآن سے علم طلب کرواور اس سے احکام کا استنباط کرو[2]۔

شیخ کلینی اپنی کتاب کافی میں حضرت علیؑ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں:

ذلكَ القرآنَ فاستَنطِقُوهُ، ولن يَنطِقَ، ولكنْ أُخْبِرُكُم عَنهُ إنّ فيه علم ما مضى وعلم ما يأتي إلى يوم القيامة وحكم ما بينكم وبيان ما أصبحتم فيه تختلفون، فلو سألتمونى عنه لعلّمتكم۔

ترجمہ: اور یہی قرآن ہے۔اسے بلوا کر دیکھو اور یہ خود نہیں بولے گا۔ میں اس کی طرف سے ترجمانی کروں گا۔ یاد رکھو کہ اس میں مستقبل کا علم ہے اور ماضی کی داستان ہے۔ تمہارے درد کی دوا ے اور تمہارے امور کی تنظیم کا سامان ہے۔[3]

---

۱۔ صدر، محمد باقر، مقدمات فی التفسیر الموضوعی للقرآن، ص ۱۶

۲۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۱، ص ۲۰۸

۳۔ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج ۱، ص ۶۰

## ۲-ایسی روایتیں جن میں بالواسطہ قرآن کے ناطق ہونے کی بات بیان کی گئی ہے:

حضرت علیؑ سے بعض ایسی روایتیں بھی منقول ہیں جن سے بالواسطہ قرآن کا قابل فہم اور ناطق ہونا ثابت ہوتا ہے۔

### ❖ قرآن کا خلق اللہ پر حجّت ہونا

امام علیؑ نے قرآن کو حجّت خدا بتایا ہے:

حُجَّةُ اللّٰه عَلَى خَلْقِه۔ ترجمہ: وہ مخلوقات پر پروردگار کی حجت ہے۔[۱]

لغوی اعتبار سے دلیل و برہان کو حجت کہتے ہیں۔ قرآن لوگوں پر اسی وقت حجت ہو سکتا ہے جب اس میں نطق ہو اور لوگوں کے لئے قابل فہم ہو۔

### ❖ قرآن، خیر و شر کا بیان کرنے والا

إِنَّ اللّٰهَ سُبحَانَهُ اَنزَلَ کِتَاباً هَادِياً بَيَّنَ فِيهِ الخَيرَ وَ الشَّرَّ۔

ترجمہ: پروردگار نے اس کتاب ہدایت کو نازل کیا ہے جس میں خیر و شر کی وضاحت کردی ہے[۲]۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

كِتَابَ رَبِّكُمْ فِيكُمْ مُبَيِّناً حَلاَلَهُ وَ حَرَامَهُ وَ فَرَائِضَهُ وَ فَضَائِلَهُ وَ نَاسِخَهُ وَ مَنْسُوخَهُ وَ رُخَصَهُ وَ عَزَائِمَهُ وَ خَاصَّهُ وَ عَامَّهُ وَ عِبَرَهُ وَ أَمْثَالَهُ وَ مُرْسَلَهُ وَ مَحْدُودَهُ وَ مُحْكَمَهُ وَ مُتَشَابِهَهُ، مُفَسِّراً مُجمَلَهُ وَ مُبَيِّناً غَوَامِضَهُ۔

ترجمہ: انہوں نے تمہارے درمیان تمہارے پروردگار کی کتاب کو چھوڑا ہے جس کے حلال و حرام، فرائض و فضائل ناسخ و منسوخ، رخصت و عزیمت، خاص و

---

۱- نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸۳

۲- نہج البلاغہ، خطبہ ۱۶۷

عام، عبرت و امثال، مطلق و مقید اور محکم و متشابہ سب کو واضح کر دیا تھا۔ مجمل کی تفسیر کر دی تھی گتھیوں کو سلجھا دیا تھا۔[۱]

اگر قرآن کم سے کم ابتدائی مراحل میں صرف بیان معصومین علیہم السلام سے قابل فہم ہو تو اسے تبیان و مبین نہیں کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ عام لوگوں کے لئے قابل فہم نہیں ہے جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

❖ کتاب ہدایت

والْهَادِي الَّذِي لَا يُضِلُّ۔ ترجمہ: اور وہ ہادی ہے جو گمراہ نہیں کرتا ہے[۲]۔

❖ کذب سے دور

والْمُحَدِّثُ الَّذِي لَا يَكْذِبُ۔ ترجمہ: وہ بیان کرنے والا ہے جو غلط بیانی سے کام لینے والا نہیں ہے[۳]۔

❖ سب سے برتر کلام

فَإِنَّه أَحْسَنُ الْحَدِيثِ۔ ترجمہ: یہ بہترین کلام ہے۔[۴]

اس جملہ میں قرآن کریم کو احسن الحدیث بتایا گیا ہے جو کہ خود قرآن مجید سے ماخوذ ہے:

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ۔

ترجمہ: اللہ نے بہترین کلام اس کتاب کی شکل میں نازل کیا ہے جس کی آیتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں اور بار بار دہرائی گئی ہیں کہ ان سے خوف خدا رکھنے والوں کے

---

۱- نہج البلاغہ، خطبہ ۱
۲- نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۶
۳- ایضاً
۴- نہج البلاغہ، خطبہ ۱۱۰

رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس کے بعد ان کے جسم اور دل یاد خدا کے لئے نرم ہو جاتے ہیں[۱]۔

ایسی کتاب جو احسن الحدیث ہے وہ ضرور ناطق اور قابل فہم ہے۔

## ❖ قرآن فہمی کا حکم

حضرت علیؑ لوگوں کو قرآن فہمی کی دعوت دیتے ہیں:

وَ تَفَقَّهُوا فِيهِ فَإِنَّهُ رَبِيعُ الْقُلُوبِ وَ اسْتَشْفُوا بِنُورِهِ فَإِنَّهُ شِفَاءُ الصُّدُورِ ۔

ترجمہ: اور اس میں غور وفکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے۔اس کے نور سے شفاء حاصل کرو کہ یہ دلوں کے لئے شفاء ہے[۲]۔

فقہ کا لغوی معنی ہے: کسی شئ کا جاننا اور اس کی معرفت اور علم حاصل کرنا[۳]۔ابوہلال عسکری تحریر کرتے ہیں:

"فقہ سے مراد یہ ہے کہ انسان غور و فکر کے ذریعہ کلام کے اصل معنی کو سمجھ سکے، لہٰذا آپ اپنے مخاطب سے کہتے ہیں: تفقہ ما اقولہ۔ یعنی جو کچھ میں کہہ رہا رہوں اس پر غور کرو"[۴]۔

قرآن مجید میں مشتقات فقہ ۱۹ بار صیغہ ثلاثی مجرد کی صورت میں آیا ہے اور ہر جگہ غور و فکر کرنے اور معرفت حاصل کرنے کے معنی میں ہے[۵]۔قرآنی آیتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تفقہ سے صرف آیت کے معنی کو سمجھنا مراد نہیں ہے بلکہ آیت کے خاص مقصد کو سمجھنا ضروری ہے جیسا کہ قرآن میں منافقین کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

---

۱۔ سورہ زمر، آیت ۲۳

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۱۰

۳۔ مصطفوی، حسن، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، ج۹، ص ۱۲۳-۱۴۸

۴۔ عسکری، ص ۴۱۲

۵۔ مکارم شیرازی، ناصر، دائرۃ المعارف فقہ مقارن، ج۱، ص ۳۳

وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ۔ ترجمہ: اور یہ منافقین اس بات کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔[۱]

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ منافقین کچھ سمجھتے ہی نہیں بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگ آیت کے اس خاص مفہوم تک نہیں پہنچ پارہے ہیں۔اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام علیؑ کے کلام میں تفقهوا فیه سے مراد یہ ہے کہ سطحی فہم وادراک سے ہٹ کر قرآن میں غور و فکر کریں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن ناطق ہے۔

### ❖ قرآن کا نور ہونا

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی مختلف آیتوں میں قرآن کو نور بتلایا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا۔

ترجمہ: اے انسانو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے برہان آچکا ہے اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور بھی نازل کردیا ہے[۲]۔

امام علیؑ نے بھی قرآن کو نور بتایا ہے:

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ نُوراً لَا تُطْفَأُ مَصَابِيحُهُ وَسِرَاجاً لَا يَخْبُو تَوَقُّدُهُ۔

ترجمہ: اس کے بعد ان پر اس کتاب کو نازل کیا جس کی قندیل بجھ نہیں سکتی ہے اور جس کے چراغ کی لو مدھم نہیں پڑ سکتی ہے۔[۳]

دوسری جگہ پر آپ نے قرآن کو النور المبین[۴] بتایا ہے۔ان ساری باتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ کتاب جو خود نور ہے وہ کس طرح لوگوں کے لئے ناقابل فہم ہوسکتی ہے۔

---

۱-سورہ منافقون، آیت ۷
۲-سورہ نساء، آیت ۱۷۴
۳-نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۸
۴-نہج البلاغہ، خطبہ ۱۵۶

## ❖ قرآن سے نصیحت حاصل کرنا

امام علیؑ نے مختلف مقامات پر لوگوں کو قرآن مجید سے پند و نصیحت حاصل کرنے کی دعوت دی ہے۔

انْتَفِعُوا بِبَيَانِ اللّٰه واتَّعِظُوا بِمَوَاعِظِ اللّٰه واقْبَلُوا نَصِيحَةَ اللّٰه فَإِنَّ اللّٰه قَدْ أَعْذَرَ إِلَيْكُمْ بِالْجَلِيَّةِ واتَّخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ وبَيَّنَ لَكُمْ مَحَابَّه مِنَ الأَعْمَالِ ومَكَارِهَه مِنْهَا لِتَتَّبِعُوا هَذِه وتَجْتَنِبُوا هَذِه۔

ترجمہ: دیکھو پروردگار کے بیان سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کے مواعظ سے نصیحت حاصل کرو اور اس کی نصیحت کو قبول کرو کہ اس نے واضح بیانات کے ذریعہ تمہارے ہر عذر کو ختم کر دیا ہے اور تم پر حجت تمام کر دی ہے تمہارے لئے اپنے محبوب اور نا پسندیدہ تمام اعمال کی وضاحت کر دی ہے تا کہ تم ایک قسم کا اتباع کرو اور دوسری سے اجتناب کرو[1]۔

اسی خطبہ میں امامؑ نصیحت کے بجائے لفظ استنصاح کا استعمال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واسْتَنْصِحُوه عَلَى أَنْفُسِكُمْ۔ ترجمہ: اور اس سے اپنے نفس کے بارے میں نصیحت کرو۔

دوسرے مقام پر آپ حارث ہمدانی کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وتَمَسَّكْ بِحَبْلِ الْقُرْآنِ واسْتَنْصِحْه۔

ترجمہ: قرآن کی ریسمان ہدایت سے وابستہ رہو اور اس سے نصیحت حاصل کرو۔[2]

لفظ استنصاح باب استفعال سے ہے جس میں طلب پائی جاتی ہے۔ اگر قرآن ناطق نہیں ہو گا تو اس سے نصیحت طلبی کا کوئی معنی نہ ہو گا۔

---

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۶

۲۔ نہج البلاغہ، مکتوب ۶۹

## ❖ قرآن سے شفاء حاصل کرنا

امام علیؑ نے قرآن کو شفاء بتایا ہے اور لوگوں کو اس کتاب سے شفاء حاصل کرنے کا حکم دیتے ہیں:

وَاسْتَشْفُوا بِنُورِهِ فَإِنَّهُ شِفَاءُ الصُّدُورِ۔

ترجمہ: اس کے نور سے شفاء حاصل کرو کہ یہ دلوں کے لئے شفاء ہے[۱] ۔

دوسرے مقام پر آپ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاسْتَشْفُوهُ مِنْ أَدْوَائِكُمْ وَاسْتَعِينُوا بِهِ عَلَى لأْوَائِكُمْ فَإِنَّ فِيهِ شِفَاءً مِنْ أَكْبَرِ الدَّاءِ وَهُوَ الْكُفْرُ وَالنِّفَاقُ وَالْغَيُّ وَالضَّلَالُ۔

ترجمہ: اپنی بیماریوں میں اس سے شفاء حاصل کرو اور اپنی مصیبتوں میں اس سے مدد مانگو کہ اس میں بدترین بیماری کفر و نفاق اور گمراہی و بے راہ روی کا علاج بھی موجود ہے[۲]۔

قرآن مجید سے شفاء اسی صورت میں حاصل کر سکتے ہیں جب اس کتاب میں نطق پایا جاتا ہو اور اس کے معارف تک ہم رسائی بھی حاصل کر سکیں۔

## ❖ قرآن کے ساتھ ہم نشینی

حضرت علیؑ اس سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا جَالَسَ هَذَا الْقُرْآنَ أَحَدٌ إِلَّا قَامَ عَنْهُ بِزِيَادَةٍ أَوْ نُقْصَانٍ زِيَادَةٍ فِي هُدًى أَوْ نُقْصَانٍ مِنْ عَمًى۔

ترجمہ: کوئی شخص اس کے پاس نہیں بیٹھتا ہے مگر یہ کہ جب اٹھتا ہے تو ہدایت میں اضافہ کر لیتا ہے یا کم سے کم گمراہی میں کمی کر لیتا ہے[۳]۔

---

۱- نہج البلاغہ، خطبہ ۱۱۰
۲- نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۶
۳- نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۶

### ❖ قرآن کریم کی بعض آیتیں دوسری آیتوں کی تصدیق کرتی ہیں

امام علیؑ اس سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَيَشْهَدُ بَعْضُه عَلَى بَعْضٍ۔ ترجمہ: اور ایک دوسرے کی گواہی دیتا ہے[1]۔

اس طرح کی روایتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن ایک ایسا مجموعہ ہے جس کی بعض آیتیں دوسری آیتوں سے مرتبط ہیں اور بعض آیتیں دوسری آیتوں کی تفسیر ہیں جس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن ناطق اور سمجھ میں آنے والی کتاب ہے۔

### ❖ قرآن کا ریسمان الٰہی ہونا

حضرت علیؑ قرآن کریم کو ریسمان الٰہی اور خالق و مخلوق کے بیچ کی کڑی مانتے ہیں اور فرماتے ہیں:

وإِنَّ اللّٰه سُبْحَانَه لَمْ يَعِظْ أَحَداً بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ فَإِنَّه حَبْلُ اللّٰه الْمَتِينُ وسَبَبُه الأَمِينُ۔

ترجمہ: پروردگار نے کسی شخص کو قرآن سے بہتر کوئی نصیحت نہیں فرمائی ہے۔ کہ یہی خدا کی مضبوط رسی اور اس کا امانت دار وسیلہ ہے[2]۔

حضرت علیؑ لوگوں کو اس ریسمان الٰہی کو مضبوطی سے پکڑنے اور کتاب الٰہی سے تمسک کرنے کی سفارش کرتے ہیں:

وعَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللّٰه فَإِنَّه الْحَبْلُ الْمَتِينُ والنُّورُ الْمُبِينُ والشِّفَاءُ النَّافِعُ۔

ترجمہ: تمہارا فریضہ ہے کہ کتاب خدا سے وابستہ رہو کہ وہی مضبوط ریسمان ہدایت اور روشن نور الٰہی ہے۔ اس میں منفعت بخش شفاء ہے[3]۔

---

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۳۳
۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۶
۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۵۶

آیت اللہ جوادی آملی فرماتے ہیں:

"حبل اس ریسمان کو کہتے ہیں جس کا ایک سرا کسی جگہ بندھا ہوا ہے اور دوسرا سرا ایسے آدمی کے ہاتھ میں ہوتا ہے جو اسے پکڑ کر اوپر جانا چاہتا ہے۔ قرآن مجید حبل اللہ ہے جو انسان کو تکامل و پیشرفت کا راستہ بتاتا ہے، ایک ایسی رسی جس کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا لوگوں کے ہاتھ میں اور ظاہر سی بات ہے ہ ریسمان الٰہی (قرآن کریم) سے تمسک اس کے فہم و درک کے بغیر ناممکن ہے"۔[۱]

## ب: نطق قرآن کی نفی کرنے والی احادیث

اس سے قبل بیان کی گئی روایتوں سے قرآن کا ناطق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں کچھ ایسی روایتیں بھی منقول ہیں جن میں قرآن کے ناطق ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ ہم یہاں پر اس طرح کی کچھ احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

حکمیت کے واقعہ کے بعد جب خوارج نے حضرت علیؑ پر اعتراض کیا کہ آپ نے لوگوں کی حکمیت کو کیوں قبول کیا؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

إِنَّا لَمْ نُحَكِّمِ الرِّجَالَ وإِنَّمَا حَكَّمْنَا الْقُرْآنَ وَهَذَا الْقُرْآنُ إِنَّمَا هُوَ خَطٌّ مَسْطُورٌ بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ لَا يَنْطِقُ بِلِسَانٍ ولَا بُدَّ لَه مِنْ تَرْجُمَانٍ— وَإِنَّمَا يَنْطِقُ عَنْه الرِّجَالُ۔

ترجمہ: یاد رکھو! ہم نے افراد کو حکم نہیں بنایا تھا بلکہ قرآن کو حکم قرار دیا تھا اور قرآن وہی کتاب ہے جو دو دفیتوں کے درمیان موجود ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ خود نہیں بولتا ہے اور اسے ترجمان کی ضرورت ہوتی ہے اور ترجمان افراد ہی ہوتے ہیں[۲]۔

---

۱- جوادی آملی، عبداللہ، شمیم ولایت، ص ۵۵۶

۲ - نہج البلاغہ، خطبہ ۱۲۵

دوسری جگہ پر آپ ارشاد فرماتے ہیں:

ذَلِكَ الْقُرْآنُ فَاسْتَنْطِقُوه ولَنْ يَنْطِقَ ولَكِنْ أُخْبِرُكُمْ عَنْه أَلَا إِنَّ فِيه عِلْمَ مَا يَأْتِي والْحَدِيثَ عَنِ الْمَاضِي ودَوَاءَ دَائِكُمْ ونَظْمَ مَا بَيْنَكُمْ۔

ترجمہ: اور یہی قرآن ہے۔اسے بلوا کر دیکھو اور یہ خود نہیں بولے گا۔ میں اس کی طرف سے ترجمانی کروں گا۔ یاد رکھو کہ اس میں مستقبل کا علم ہے اور ماضی کی داستان ہے تمہارے درد کی دوا ہے اور تمہارے امور کی تنظیم کا سامان ہے[1]۔

ابن ابی الحدید نے اپنی روش کے برخلاف، ولَكِنْ أُخْبِرُكُمْ عَنْه کی وضاحت نہیں کی ہے[2]۔ابن میثم بحرانی کا یہ کہنا ہے کہ نطق قرآن سے مراد یہ ہے کہ حضرت علی قرآن کی جانب سے کلام کریں گے اور معارف قرآنی کو سمجھنے کے لئے آنحضرت سے مدد مانگنی چاہیئے[3]۔

میرزا حبیب اللہ خوئی کے قول کے مطابق:

ولَكِنْ أُخْبِرُكُمْ عَنْه سے مراد یہ ہے کہ صرف حضرت علیؑ معانی و ظواہر و بواطن قرآن کے مترجم و مفسر ہیں[4]۔

اس طرح کے قول دوسرے ائمہ اطہار علیہم السلام سے بھی منقول ہیں۔ امام محمد باقرؑ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ الْقُرآنَ لَيسَ بِنَاطِقٍ يَأمُرُ وَ يَنهَى، وَ لَكِن لِلقُرآنِ أَهلٌ يَأمُرُونَ وَ يَنهَونَ۔

ترجمہ: قرآن، بولتا نہیں کہ امر و نہی کرے بلکہ اس کا ایک اہل ہے جو امر و نہی کرتا ہے۔[5]

---

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۵۸

۲۔ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، ج ۱۴، ص ۲۱۷

۳۔ ابن میثم، میثم بن علی، شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۲۷۳

۴۔ خوئی، حبیب اللہ، منہاج البراعہ، ج ۹، ص ۳۳۶

۵۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۲۴۶

ابو بصیر سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے هَٰذَا كِتَابُنَا يَنطِقُ عَلَيْكُم بِالْحَقِّ[۱] کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"ان الکتاب لا ینطق ولکن محمد و اهلبیته هم الناطقون بالکتاب۔ یہ کتاب بولتی نہیں ہے بلکہ محمدؐ اور ان کے اہلبیتؑ اس کتاب کے ذریعہ بولتے ہیں"[۲]۔

## ج۔ایسی روایتیں جن میں قرآن کے ناطق اور صامت ہونے کی خصوصیت ایک ساتھ بیان ہوئی ہے

یہاں تک ہم نے قرآن کے ناطق ہونے یا نہ ہونے کے سلسلہ میں کچھ روایتیں بیان کی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ بعض روایتوں سے قرآن کا ناطق ہونا اور دوسری روایتوں سے قرآن کا صامت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کلام امیر المومنین کے مزید مطالعہ سے ہمیں کچھ ایسی روایتیں بھی دستیاب ہوتی ہیں جن میں قرآن کی یہ دونوں صفتیں ایک ساتھ بیان ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر ارشاد ہوتا ہے:

فَالْقُرْآنُ آمِرٌ زَاجِرٌ وصَامِتٌ نَاطِقٌ حُجَّةُ اللّٰه عَلَى خَلْقِه۔

ترجمہ: دیکھو قرآن امر کرنے والا بھی ہے اور روکنے والا بھی۔ وہ خاموش بھی ہے اور گویا بھی۔ وہ مخلوقات پر پروردگار کی حجت ہے[۳]۔

قرآن کے صامت و ناطق ہونے کے سلسلہ میں علماء نے مختلف نظریات پیش کئے ہیں جن میں سے کچھ کی طرف ہم یہاں پر اشارہ کرتے ہیں:

۱. ابن ابی الحدید اس سلسلہ میں اس طرح تحریر کرتے ہیں: قرآن حروف و الفاظ پر مشتمل ہے لہٰذا اسے خاموش و صامت کہا جاسکتا ہے اور چونکہ اوامر و نواہی و اخبار و خطاب و ندا پر مشتمل

---

۱۔ یہ ہماری کتاب (نامہ اعمال) ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے۔ (سورہ جاثیہ، آیت ۲۹)

۲۔ بحار الانوار، ج ۲۳، ص ۱۹۷

۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸۳

ہے لہٰذا ایک بولنے والے کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں سے بات کرتا ہے اور حضرت علیؑ کا یہ کلام مجاز ہے[1]۔

۲. حضرت علیؑ کے اس جملہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم قرآن کریم کی طرف دو نقطہ نظر سے دیکھ سکتے ہیں۔ پہلا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن ایک مقدس کتاب ہے جو خاموش ہے اور کسی سے بات نہیں کرتا اور ایک گوشہ میں رکھا ہوا ہے۔ دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن ایسی کتاب ہے جو سارے انسانوں کو خطاب کرتی ہے اور انہیں اپنی پیروی کا حکم دیتی ہے اور اپنے ماننے والوں کو کامیابی کی بشارت دیتی ہے[2]۔ اگر قرآن کو کتاب زندگی کی نظر سے دیکھیں گے تو قرآن ناطق اور بولنے والی کتاب ہے جو انسانوں سے بات کرتی ہے اور ان کی رہنمائی کرتی ہے۔

۳. وَلَكِنْ أُخْبِرُكُمْ عَنْهُ کے قرینہ کو مد نظر رکھتے ہوئے آیت اللہ مصباح یزدی فرماتے ہیں کہ اگرچہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام الٰہی کی حقیقت اور اس کا صدور و نزول ہمارے لئے قابل فہم نہیں ہے لیکن چونکہ نزول قرآن کا مقصد انسانوں کی ہدایت ہیں لہٰذا کلام الٰہی الفاظ و جملات و آیات کی صورت میں بشر کے سننے اور پڑھنے کے قابل بنا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ساری آیتوں کے مضامین عام انسانوں کے لئے قابل درک ہیں یعنی پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی تفسیر و تشریح کے بغیر قرآن کے معانی و مفاہیم تک رسائی ناممکن ہے[3]۔

۴. استاد جوادی آملی قرآن کے صامت و ناطق ہونے کے ذیل میں لوگوں کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

الف. کچھ لوگ تحجر کی وجہ سے قرآن سے کوئی سوال نہیں کرتے اور قرآن کا کوئی حکم نہیں سنتے ہیں اور قرآن بھی ان کے تئیں خاموش ہے۔

---

۱-ابن ابی الحدید،، شرح نہج البلاغہ، ص ۱۱۷ ۳-ایضاً

۲-مصباح یزدی محمد تقی، قرآن در آیینہ نہج البلاغہ، ص ۱۴

ب. کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو گمراہی کی وجہ سے غلط مفروضوں کے ساتھ قرآن کریم سے غلط معانی اخذ کرتے ہیں جب کہ کتاب الٰہی ان لوگوں کے لئے بھی صامت ہے کیونکہ قرآن کی اصل آواز کو یہ لوگ نہیں سن رہے ہے۔

ج. کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو صراط مستقیم پر رہتے ہوئے ایک معقول طریقہ سے قرآن فہمی کی کوشش کرتے ہیں اور حضرت علیؑ کی نظر میں اس طرح کے مفسرین قرآن کریم کے ترجمان ہیں اور قرآن کی زبان سے بات کرتے ہیں: وإِنَّمَا يَنْطِقُ عَنْهُ الرِّجَالُ۔ ترجمہ: اور ترجمان افراد ہی ہوتے ہیں[1]۔

علامہ جعفری اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"سارے قرآنی حقائق اور ہر آیت میں پوشیدہ اسرار و رموز کو سمجھنا عام انسانوں کے بس میں نہیں ہے اوراس کے لئے پیغمبر اکرم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی جانب رجوع کرنا لازم ہے بلکہ حدیث ثقلین کی رو سے یہی بات سچ ہے کہ جس طرح عترت پیغمبر قرآن کے بغیر اپنے الٰہی مشن کو مکمل طور پر انجام نہیں دے سکتی بالکل اسی طرح قرآن کریم کے مکمل فہم و ادراک ائمہ اطہار کی تفسیر و تاویل کے بنا ممکن نہیں ہے کیونکہ یہی حضرات راسخون فی العلم ہیں"[2]۔

## نتیجہ

اگر ہم حضرت علیؑ کے کلام کا بغور جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ لن ینطق سے حضرت کی مراد یہ نہیں ہے کہ ہم قرآن کو سمجھ نہیں سکتے کیونکہ اس صورت میں:

- لن ینطق کا استنطقوہ سے کوئی میل نہیں ہے کیونکہ اگر قرآن بولتا نہیں ہے تو اس سے استنطاق کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔
- لن ینطق کی عبارت دوسری روایتوں کے خلاف ہے جہاں نطق قرآن کی بات کہی گئی ہے۔

---

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۲۵

۲۔ جعفری، محمد تقی، ترجمہ و شرح نہج البلاغہ، ص ۹۶-۲۶

وَیَنْطِقُ بَعْضُہ بِبَعْضٍ[1] اور لَا یَنْطِقُ بِلِسَانٍ وَلَابُدَّ لَہ مِنْ تَرْجُمَانٍ[2] جیسی عبارتوں سے لا ینطق کی تفسیر ہوتی ہے۔

امام علیؑ نے قرآن کے ظاہری نطق کی نفی کرتے ہوئے اس بات پر تاکید کی ہے کہ قرآن کو مستنطق اور مفسر کی ضرورت ہے یعنی قرآن خود بخود اور بغیر کسی علمی کوشش و غور و فکر کے کلام نہیں کرے گا۔ اس صورت میں یہ جملہ اس طرح ہوگا کہ لن ینطق بنفسہ۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ قرآن کو ترجمان کی ضرورت ہے لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ قرآن کو مطلّقا سمجھ ہی نہیں سکتے بلکہ اس سے قرآن کریم کی تفسیر بالرائے کا سد باب ہوتا ہے۔ اس بات کو مندرجہ ذیل شواہد سے ثابت کیا جاسکتا ہے:

**شاہد اول**

ایسی روایتیں جن میں حضرت علی نے اپنے آپ کو ناطق اور ترجمان قرآن بتایا ہے:

جنگ صفین میں جب دشمن قرآن صامت کو قرآن ناطق اور قرآنی اقدار کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا تو امامؑ نے فرمایا:

انا القرآن الناطق۔ ترجمہ: میں قرآن ناطق ہوں[3]۔

دوسری روایت میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

هذا كِتابُ اللهِ الصّامِتُ ، وأنَا المُعَبِّرُ عَنهُ ، فَخُذوا بِكتابِ اللهِ النّاطِقِ ، وذَرُوا الحُكمَ بِكتابِ اللهِ الصّامِتِ ؛ إذ لا مُعَبِّرَ عَنهُ غَيري۔

ترجمہ: یہ خدا کی خاموش کتاب ہے اور میں اس کا ترجمان ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب ناطق سے متمسک ہو جاؤ اور کتاب صامت کے ذریعہ فیصلہ کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ میرے علاوہ اس کا دوسرا ترجمان نہیں ہے۔[4]

---

۱۔ اس میں ایک حصہ دوسرے کی وضاحت کرتا ہے (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۳۳)

۲۔ یہ خود نہیں بولتا ہے اور اسے ترجمان کی ضرورت ہوتی ہے (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۲۵)

۳۔ بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۱۹۹

۴۔ محمدی ری شہری، محمد، دانش نامہ امیر المومنین، ج ۸، ص ۲۹۰

امام محمد باقر ارشاد فرماتے ہیں:

نَحنُ خُزّان علمِ اللهِ و نحنُ تَراجِمُة وحی الله و نحنُ الحُجة البالغة علی من دون السماء و من فوق الارض۔

ترجمہ: ہم اللہ تعالیٰ کے علم کے خزانے ہیں۔ہم وحی الٰہی کے مفسر ہیں اور آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر رہنے والے سبھی لوگوں پر ہم برہان ہیں[۱]۔

زیارت آل یاسین میں ہم پڑھتے ہیں:

السلام علیك یا تالی کتاب الله و ترجمانه۔

ترجمہ: سلام ہو آپ پر اے قرآن کی تلاوت کرنے والے اور مفسر۔

**شاہد دوم**

حضرت علیؑ سے ایسی روایتیں منقول ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ معانی قرآن کے مختلف درجات ہوتے ہیں۔آپ ارشاد فرماتے ہیں:

إنّ کتابَ اللّٰهِ علی أربَعَةِ أشیاءَ: علَی العِبارَةِ، و الإشارَةِ، و اللَّطائفِ، و الحَقائقِ. فالعِبارَةُ للعَوامِّ، و الإشارَةُ للخَواصِّ، و اللَّطائفُ للأولیاءِ، و الحقائقُ للأنبیاءِ۔

ترجمہ: کتاب خدا کے چار حصے ہیں: عبارات، اشارات، لطائف اور حقائق۔ عبارات عوام کے لئے، اشارات خواص کے لئے، لطائف اولیائے الٰہی کے لئے اور حقائق انبیاء کے لئے ہیں[۲]۔

اسی مضمون کی حدیث امام حسینؑ اور امام جعفر صادقؑ سے بھی منقول ہے جس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے متعدد وجوہ ہیں اور ہر انسان اپنے ظرف کے اعتبار سے اس کتاب الٰہی سے بہرہ مند ہوتا ہے۔

---

۱۔ اصول کافی، ج۱، ص ۱۹۲
۲۔ بحار الانوار، ج ۹۲، ص ۱۰۳

بعض علماء نے اس حدیث کی اس طرح وضاحت کی ہے: عبارت سے مراد ترجمہ قرآن ہے جس سے عام لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ اشارات قرآن سے مراد تفسیر قرآن ہے جسے مفسرین و محققین قرآنی سمجھ سکتے ہیں۔ لطائف قرآنی سے مراد ایسے نکات ہیں جو علمائے تفسیر کی حد سے باہر ہیں اور جس کے لئے ولایت الٰہی کی ضرورت ہوتی ہے، ایسے لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے اور معصومین علیہم السلام کے حواریوں میں شمار ہوتے ہیں، ان لطائف قرآنی سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں۔ حقائق قرآنی سے مراد ذات قدسی اور مکنون ملکوتی قرآن ہے اور معصومین علیہم السلام کے علاوہ کوئی اس تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا ہے[1]۔

استاد معرفت اس روایت کی شرح میں اس طرح رقم طراز ہیں:

> "ظاہر عبارات قرآن سبھی لوگوں کے لئے ہے۔ اس کے اشارات خواص کے لئے ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔ لطائف ان لوگوں کے لئے ہے جو درگاہ حق کے قریب آ چکے ہیں اور مقام ولایت پر نائل ہیں لیکن قرآن کریم میں پوشیدہ حقائق واسرار ان لوگوں سے مخصوص ہے جو وحی سے سروکار رکھتے ہیں اور اسرار غیبی سے واقف ہیں"[2]۔

دوسری روایت میں امام علی نے آیات قرآنی کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

> إن الله قسم كلامه ثلاثة أقسام: فجعل قسما منه يعرفه العالم والجاهل وقسما لا يعرفه إلا من صفا ذهنه ولطف حسه وصح تمييزه، ممن شرح الله صدره للإسلام وقسما لا يعلمه إلا الله وملائكته والراسخون في العلم۔
>
> ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے: ایک حصہ جسے عالم اور جاہل دونوں سمجھ سکتے ہیں۔ دوسرا حصہ جسے صرف علماء سمجھ سکتے ہیں۔ تیسرا حصہ ایسا ہے جسے صرف راسخون فی العلم درک کر سکتے ہیں۔

---

۱۔ نقی پور فرہ ولی اللہ، پژوہشی پیرامون تدبر در قرآن، ص ۱۰۶

۲۔ معرفت، محمد ہادی، تفسیر و مفسران، ج ۲، ص ۳۶۸

ان ساری روایتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کسی نہ کسی حد تک قرآن کو سمجھ سکتا ہے اور اس کے ہدایت بخش پند و اندرز پر عمل کر سکتا ہے۔

## منابع و مآخذ


قرآن مجید

نہج البلاغہ

- ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۴ق
- ابن الاثیر، مبارک بن محمد، النہایۃ فی غریب الحدیث، مؤسسہ اسماعیلیان، قم، ۱۳۶۴ش
- ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ق
- ابن میثم، میثم بن علی، شرح نہج البلاغہ، دفتر نشر کتاب، تہران، ۱۴۰۴ق
- اسعدی، علی، مبانی و مراتب فہم قرآن، رشد آموزش قرآن - شمارہ ۳، وزارت آموزش و پرورش، تہران ، ۱۳۸۲ش
- آلوسی سید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ق
- بابایی علی اکبر؛ عزیزی کیا، غلامعلی روحانی راد مجتبی، روش شناسی تفسیر قرآن، انتشارات سمت، تہران، ۱۳۷۹ش
- پور رستمی، حامد، پایان نامہ مبانی فہم و تفسیر قرآن در نہج البلاغہ، مؤسسہ ہای آموزش عالی غیر انتفاعی، دانشکدہ اصول الدین، ۱۳۸۹ش
- پور رستمی حامد، وحی بیانی و چیستی نطق مخصوص قرآن، پژوہشنامہ تفسیر کلامی قرآن دورہ ۲ شمارہ ۳، ۱۳۹۴ش
- جعفری، محمد تقی، ترجمہ و شرح نہج البلاغہ، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، تہران، ۱۳۷۳ش
- جوادی آملی، عبداللہ، قرآن در قرآن، نشر اسراء، قم، ۱۳۷۸ش
- جوادی آملی، عبداللہ، شمیم ولایت، نشر اسراء، قم، ۱۳۹۲ش
- جوادی آملی، عبداللہ، قرآن در کلام امام علی، نشر اسراء، قم، ۱۳۹۷ش
- جوادی آملی، عبداللہ، قرآن حکیم از منظر امام رضا، نشر اسراء، قم، ۱۳۹۸ش

❖ جوہری اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ و صحاح العربیہ، دار العلم، بیروت، ۱۴۰۷ق
❖ خویی، حبیب اللہ، منہاج البراعہ، مکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۴۰۵ق
❖ دہخدا، علی اکبر، لغت نامہ دہخدا، دانشگاہ تہران، تہران، ۱۳۷۷ش
❖ راغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، بیروت، ۱۴۱۲ق
❖ زرقانی، محمد عبد العظیم، مناہل القرآن فی علوم القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ق
❖ ساروخانی، باقر، روشہای تحقیق در علوم اجتماعی پژوہشگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، تہران، ۱۳۹۳ش
❖ صدر، محمد باقر، مقدمات فی التفسیر الموضوعی للقرآن، دار التوجیہ اسلامی، بیروت، ۱۴۰۰ق
❖ طباطبائی، سید محمد حسین، قرآن در اسلام، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۷۶ش
❖ طباطبائی، سید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، انتشارات اسلامی، قم، ۱۴۱۷ق
❖ طیب، سید عبد الحسین، اطیب البیان فی تفسیر القرآن، انتشارات اسلام، تہران، ۱۳۷۸ش
❖ فراہیدی خلیل بن احمد، العین، ہجرت، قم، ۱۴۱۰ق
❖ فرضی، محمد باقر، نقد و بررسی ظاہر گرایی در فہم قرآن، مرکز بین المللی ترجمہ و نشر المصطفیٰ، قم، ۱۳۹۸ش
❖ فیروزآبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ق
❖ قریشی، علی اکبر، معجم القرآن، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۷۱ش
❖ فیض کاشانی، محمد محسن، التفسیر الصافی، مکتبۃ الصدر، قم، ۱۴۱۶ق
❖ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۸۸ش
❖ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۳ق
❖ محمدی ری شہری محمد، دانش نامہ امیر المومنین، دار الحدیث، قم، ۱۳۸۶ش
❖ محمدی مظفر، محمد حسن، ظاہر گرایی در فہم قرآن، دانشگاہ ادیان و مذاہب، قم، ۱۳۹۳ش
❖ مصباح یزدی محمد تقی، قرآن در آینہ نہج البلاغہ، مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینی، قم، ۱۳۸۹ش
❖ مصباح یزدی، محمد تقی، قرآن شناسی، مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینی، قم، ۱۳۹۲ش
❖ مصطفوی، حسن، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی، تہران، ۱۳۶۸ش
❖ معرفت، محمد ہادی، تفسیر و مفسران، موسسہ فرہنگی التمہید، قم، ۱۳۷۹ش
❖ معین، محمد، فرہنگ معین، زرین،، تہران، ۱۳۸۶ش

- مکارم شیرازی، ناصر، دائرۃ المعارف فقہ مقارن، قم، مدرسۃ الامام علی بن ابی طالب، قم، ۱۳۸۵ش
- مکارم شیرازی، ناصر وہمکاران، تفسیر نمونہ، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۷۰ش
- مؤدب، سید رضا، روش ہای تفسیر قرآن، مرکز تحقیق وتوسعہ علوم انسانی، قم، ۱۳۹۲ش
- میر احمدی سید رضا و دیگران، تحلیل و بررسی آرایہ متناقض نما در نہج البلاغہ، دوفصلنامہ حدیث پژوہی، سال پنجم، شمارہ نہم، ۱۳۹۲ش
- نقی پور فرہ ولی اللہ، پژوہشی پیرامون تدبر در قرآن، اسوہ، تہران، ۱۳۸۱ش
- ہاشمی، سید حسین، مبانی فہم قرآن در نگاہ امام علی پژوہش ہای قرآنی شمارہ ۲۳و۲۴، ۱۳۷۹ش

# ثقلین اور شب قدر کا رابطہ قرآنی نقطہ نظر سے

مؤلف: سید احمد عقیلی
مترجم: ڈاکٹر خان محمد صادق جونپوری

**خلاصہ**

سورہ قدر کی آیتوں اور دیگر عقلی و نقلی دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شب قدر کسی ایک سال سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جو ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس رات میں فرشتے اور روح اگلے ایک سال کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے معین شدہ امور کے ساتھ زمین پر نازل ہوتے ہیں۔

دوسری جانب سورہ قدر کی تفسیر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر میں فرشتے امور الٰہی کو حجت الٰہی کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ سورہ قدر میں فعل تنزل کا صیغہ مضارع استعمال ہوا ہے جو استمرار پر دلالت کرتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ روح اور فرشتوں کا نزول ہر سال ہوتا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔

اس مقالہ میں ہم قرآنی تفاسیر اور استدلالی روش کی بنیاد پر یہ ثابت کریں گے کہ شب قدر میں فرشتے ائمہ اطہار علیہم السلام اور آج کے دور میں آخری امام، حضرت حجتؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ امامت اور حقانیت شیعہ کے اثبات کے لئے سورہ قدر بہترین دلیل ہے اور اس دور میں امام زمانہؑ وہ ہستی ہیں جن کے حضور میں فرشتے شرفیاب ہوتے ہیں اور امور الٰہی کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

**کلیدی کلمات**: شب قدر، امام زمانہ، ثقلین، ائمہ، قرآن

## مقدمہ

اسلامی نقطہ نظر سے ثقلین (قرآن و عترت) کبھی بھی ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے اور ماہ رمضان و شب قدر ظرف نزول قرآن ہے لہٰذا اس موقع پر عترت طاہرین علیہم السلام کے کردار پر بھی روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔

شب قدر کے صحیح ادراک کے لئے جس طرح قرآنی آیتوں میں تدبر و غور و فکر ضروری ہے بالکل اسی طرح غیبت کے زمانے میں امام عصرؑ کے کردار پر توجہ کرنا بھی لازمی ہے۔اس تحقیق میں ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ عقلی و نقلی دلائل کی بنیاد پر شب قدر اور امام زمانہؑ کے درمیان کیا تعلق ہے؟ اسی طرح شب قدر میں انسانوں کی تقدیر کے تعین میں امام زمانہؑ کے کردار پر گفتگو ہوگی۔

سب سے پہلے ہم قدر کے مختلف معانی پر روشنی ڈالیں گے اور پھر نزول قرآن کے ظرف زمانی و مکانی پر گفتگو ہوگی اور پھر یہ بتایا جائے گا کہ انسانوں کی تقدیر کے تعین میں امام زمانہؑ کا کیا کردار ہے۔

ارشاد ہوتا ہے شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ یہ شرافت زمانی و مکانی اس زمان یا مکان کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان باتوں کی وجہ سے ہے جو اس زمان یا مکان میں واقع ہوئی ہیں۔مکہ بیت اللہ، رسول خداؐ اور حضرت علیؑ کی ولادت، حضرت ابراہیم کی دعا وغیرہ کی وجہ سے،مدینہ حضرت پیغمبر اکرمؐ کی ہجرت اور آنحضرتؐ اور صدیقہ طاہرہ (س) اور ائمہ بقیع کے مدفن کی وجہ سے اور نجف اشرف حضرت علیؑ اور چار پیغمبروں کے مدفن کی وجہ سے افضل ہے۔اسی طرح روز غدیر کی فضیلت اس لئے ہے کہ اس دن حضرت علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا گیا، ماہ رمضان کی فضیلت روزوں کی وجہ سے ہے،شب قدر کی فضیلت نزول قرآن کی وجہ سے ہے۔شب قدر کی برکت بھی قرآن کی برکت کی وجہ سے ہے بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ماہ رمضان کے فضائل بھی نزول قرآن کی وجہ سے ہیں[1]۔

---

۱-طیب سید عبدالحسین، اطیب البیان فی تفسیر القرآن، ج ۱۴، ص ۱۷۸

ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ۔

ترجمہ: ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت اور حق و باطل کے امتیاز کی واضح نشانیاں موجود ہیں[۱]۔

قرآن، روایات اور دینی متون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر کی خاص اہمیت ہے، ماہ رمضان اور شب قدر میں قرآن کے نزول سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔اس رات میں انسانوں کی تقدیر لکھی جاتی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ۔ ترجمہ: اس رات میں تمام حکمت و مصلحت کے امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے[۲]۔

امام صادق سے منقول ہے:

يُقَدّرُ فی ليله القدر كلّ شیءٍ يكونُ فی تلك السّنه الی مثلها من قابلٍ، من خيرٍ و شرّ، طاعه و معصيه و مولودٍ و اجلٍ او رزقٍ۔

ترجمہ: اگلے ایک سال میں جو کچھ رونما ہونے والا ہے، اسے شب قدر میں لکھ دیا جاتا ہے، جیسے کہ خیر و شر، اطاعت و معصیت، پیدائش و موت اور روزی وغیرہ[۳]۔

اس نکتہ کی طرف اشارہ بھی ضروری ہے کہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نعمت ولایت کا فیصلہ بھی اسی شب میں ہوتا ہے جو کہ تمام شیعوں کی خواہش اور آرزو ہے۔

---

۱-سورہ بقرہ، آیت ۱۸۵
۲-سورہ دخان، آیت ۴
۳-ابن بابویہ، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۵۸

امام علیؑ سے منقول ہے:

قالَ لي رَسولُ اللهِ صلى الله عليه و آله : يا عَلِيُّ ، أتَدري ما مَعنى لَيلَةِ القَدرِ؟فَقُلتُ : لا ، يا رَسولَ اللهِ.فَقالَ إنَّ اللهَ تَبارَكَ وتَعالى قَدَّرَ فيها ما هُوَ كائِنٌ إلى يَومِ القِيامَةِ ، فَكانَ فيما قَدَّرَ عز و جل وِلايَتُكَ و وِلايَةُ الأَئِمَّةِ مِن وُلدِكَ إلى يَومِ القِيامَةِ.

ترجمہ: پیغمبر اکرمؐ نے مجھ سے سوال کیا: اے علی! کیا تم جانتے ہو شب قدر کیا ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں یا رسول اللہ!۔ حضرتؐ نے فرمایا: شب قدر وہ رات ہے جس میں قیامت تک کے تمام امور تقدیر میں لکھے جاتے ہیں جن میں سے ایک تمہاری اور تمہارے فرزندوں کی ولایت ہے[1]۔

## شب قدر کے تسلسل کی ضرورت

شب قدر کے بارے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ رات صرف ایک رات اور ایک سال کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ متن قرآن اور عقلی و نقلی دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد بھی فرشتے نازل ہوتے رہے ہیں۔

## نقلی دلائل

سورہ قدر کی آیتوں کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر دور پیغمبر اکرمؐ اور زمانہ نزول قرآن سے مخصوص نہیں ہے بلکہ دنیا کے ختم ہونے تک ہر سال وقوع پذیر ہوتی رہے گی۔ فعل تنزل کا صیغہ مضارع استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ کا جملہ اسمیہ دوام پر دلالت کرتا ہے اور اس سے بھی استمرار کی نشاندہی ہوتی ہے[2]۔

---

۱-ابن بابویہ، محمد بن علی، معانی الاخبار، ص ۳۱۶؛ فیض کاشانی، ملا محسن، تفسیر صافی، ج ۵، ص ۳۵۳؛ عروسی ہویزی، عبد علی بن جمعہ، تفسیر نور الثقلین، ج ۵، ص ۶۲۹

۲-مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ج ۲۷، ص ۱۹۱

اس کے علاوہ بہت سی متواتر روایتوں سے یہی معنی اخذ کیا جاسکتا ہے۔ راوی امام صادقؑ سے سوال کرتا ہے کہ کیا شب قدر ہر سال ہوتی ہے تو حضرتؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

لَو رُفِعَت لَيلَةُ القَدرِ لَرُفِعَ القُرآنُ۔

ترجمہ: اگر شب قدر کو اٹھالیا جائے گا تو قرآن کو بھی اٹھالیا جائے گا[۱]۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا وجود شب قدر کے وجود پر منحصر ہے یعنی ہر سال شب قدر ہونی چاہئے۔ اس روایت سے یہ معنی بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اگر شب قدر کو اٹھالیا جائے گا تو قرآن کو بھی اٹھالیا جائے گا یعنی آخری زمانہ میں امام معصوم کی وفات کے بعد جب کوئی معصوم نہیں ہوگا جس پر ملائکہ اور روح نازل ہوتے ہیں، تو شب قدر بھی نہیں ہوگی۔ زمین پر انسان کے نزول کا مقصد آزمایا جانا اور ارتقاء کی راہ اختیار کرنا ہے لہٰذا زمین کو برقرار رکھا جانا چاہیے تاکہ انسان اپنے ارتقائی راستے پر چل سکے۔

زمین کا قیام بھی اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ دنیا کے معاملات تقدیر اور تدبیر پر مبنی ہوں اور اس تقدیر اور منصوبہ بندی کا تعلق شب قدر اور خدا کے ولی کی موجودگی سے ہے کیونکہ اس دنیا کی بقا کے لئے کتاب کی معرفت اور شناخت و عمل کی ضرورت ہے یعنی انسانوں کی تکاملی حرکت کے لئے کتاب اور حجت الٰہی کی ضرورت ہے اور شب قدر کے اٹھالینے سے اس دنیا کا نظم و نسق بگڑ جائے گا یعنی جب تک دنیا ہے تب تک شب قدر رہے گی اور جب تک شب قدر باقی ہے تب تک قرآن کا وجود بھی ضروری ہے اور جب تک یہ دونوں ہیں تب تک حجت خدا کا وجود بھی لازمی ہے کیونکہ وہ صاحب شب قدر اور حامل قرآن ہے اور ان دونوں کے وجود سے ہی انسان تکامل کی راہ پر گامزن رہ سکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ ہر وہ شئے جو تکامل کی راہ پر ہے وہ ان دونوں (قرآن و حجت) کی پیروی کی بدولت ہے۔

---

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ، ج۲، ص ۱۵۸؛ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج ۴، ص ۱۶۰؛ بحرانی، سید ہاشم، البرہان فی تفسیر القرآن، ج۵، ص ۷۱۲

دوسری روایت میں منقول ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد چالیس روز تک دنیا باقی رہے گی اور پھر دابۃ الارض ہو گا، اس کے بعد اسرافیل صور پھونکیں گے جس کی وجہ سے سب مر جائیں گے۔ چند روز بعد دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور پھر قیامت برپا ہو گی یعنی معصوم کے اٹھ جانے کے بعد شب قدر اور قرآن بھی اٹھا لیے جائیں گے[1]۔

ظاہراً یہ روایت دنیا کے آخری دنوں سے متعلق ہے جب رجعت ہو چکی ہو گی۔ علامہ مجلسی اس روایت اور تنزل الملائکۃ و الروح فیھا کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

فان قوله تعالی تنزل الملائكة و الروح فيها يدل على الاستمرار التجددی و قيل: المراد انه لو رفعت ليلة القدر و لم تنزل الملائكة و الروح فيها على الامام لتبيين احكام القرآن لتعطل القرآن و ذهب فائدته و لا يخفى بعده۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ملائکہ اور روح اس شب میں نازل ہوتے ہیں، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ نزول ہمیشہ اور بار بار ہوتا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر شب قدر اٹھالی جائے اور ملائکہ اور روح کا نزول امام کے اوپر نہ ہو اور قرآن کے احکام بیان نہ ہوں تو قرآن کا حکم معطل اور اس کا فائدہ ختم ہو جائے گا لیکن یہ قول بعید ہے[2]۔

ابن بابویہ نے اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر "باب العلة التی من اجلها تکون لیلة القدر فی کل سنة"[3] کو اسی موضوع سے مختص کیا ہے اور لو رفعت... والی حدیث کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ اس روایت سے واضح طور پر قرآن، حجت الٰہی اور اس دنیا کے برقرار رہنے کے مابین تعلق پر روشنی پڑتی ہے۔

---

۱۔ مجلسی، محمد تقی، لوامع صاحبقرآنی مشہور بہ شرح فقیہ، ج ۶، ص ۵۹۱

۲۔ مجلسی، محمد باقر، مراۃ العقول فی شرح اخبار آل الرسول، ج ۱۶، ص ۳۸۷

۳۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، علل الشرائع، ج ۲، ص ۳۸۹

اسی مضمون کو دوسری روایت میں دوسرے طریقے سے نقل کیا گیا ہے :

وَ رُوی عَن اَبی ذر اَنَّهُ قَالَ قُلتُ یا رَسول اللهِ لَیلَةُ القَدرِ شَیءٌ یکونُ عَلَی عَهدِ الانبیاءِ ینزلُ فِیها عَلَیهِمُ الامرُ فَاِذا مَضَوا رُفِعَت قالَ لا بل هِی اِلی یومِ القیامة۔

ترجمہ : ابوذر سے منقول ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ سے کہا کہ یا رسول اللہ ! کیا شب قدر صرف انبیاء کے زمانے میں تھی جب امر ان پر نازل ہوتا تھا اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے تھے تو اس رات میں نزول امر بند ہو جاتا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا : نہیں بلکہ شب قدر قیامت تک کے لئے ہے[1]۔

حُمران نے امام محمد باقرؑ سے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا :

نَعَم لَیلَةُ القَدرِ وَ هِی فی کُلِّ سَنَةٍ فِی شَهرِ رَمَضانَ فِی العَشرِ الاواخِر۔

ترجمہ : شب قدر ہر سال ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے[2]۔

بطور خلاصہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ شب قدر سے متعلق اہلبیت علیہم السلام سے منقول ساری روایات اس بات پر متفق ہیں کہ شب قدر قیامت تک باقی رہے گی اور ہر سال اس کی تکرار ہو گی۔

## عقلی دلائل

شب قدر کے وجود کے سلسلہ میں عقلی دلائل پیش کرنے سے پہلے ہم اس سلسلہ میں علامہ طباطبائی کا قول نقل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے تاکید کی ہے کہ شب قدر میں بندوں کے مختلف امور کا فیصلہ ہوتا ہے لہٰذا شب قدر شب نزول قرآن سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ رات ہر سال تکرار ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ ہر قمری سال میں ایک شب قدر ہوتی ہے جس میں آنے والے سال کے مختلف امور کا فیصلہ ہوتا ہے[3]۔

---

۱- البرہان فی تفسیر القرآن، ج ۵، ص ۷۱۵
۲- من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۵۸؛ الکافی، ج ۴، ص ۱۵۷
۳- طباطبائی، محمد حسین، المیزان، ج ۲۰، ص ۳۲۰

شب قدر کے وجود پر یقین کی اہمیت یہاں تک ہے کہ امام صادقؑ کے قول کے مطابق جو شخص اس بات پر عقیدہ رکھتا ہے کہ شب قدر پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد ختم ہوگئی ہے وہ مرتد ہوگیا ہے[1]۔

اب تک کی بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ انسانوں کی تقدیر اور کلی طور پر دنیا کے حالات کا خاکہ اسی شب قدر میں تیار کیا جاتا ہے، اور ہم جانتے ہیں کہ شب قدر ایک خاص سال میں محدود نہیں ہے بلکہ یہ ہر سال دہرائی جاتی ہے۔ یعنی ہر سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فرشتے کس پر نازل ہوتے ہیں؟ ہم قرآن، احادیث اور عقلی دلائل کی مدد سے یہ ثابت کریں گے کہ زمین پر حجت خدا کا وجود ضروری ہے تاکہ فرشتے اس پر نازل ہوسکیں۔

## امام زمانہؑ اور شب قدر (نزول قرآن کا ظرف مکانی)

قرآنی آیات کے مطالعہ کے ذریعہ مسئلہ مہدویت کا تجزیہ کرنا بنیادی نظریاتی مسائل میں سے ایک ہے۔ جس طرح قرآن مجید میں توحید، معاد اور نبوت کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے، اسی طرح امامت کے موضوع کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔اس نکتہ کی طرف اشارہ بھی ضروری ہے کہ حضرت مہدیؑ، ائمہ معصومین علیہم السلام کی آخری فرد ہیں اور قرآن میں موضوع مہدویت کے مطالعہ سے مسئلہ امامت پر مزید روشنی پڑے گی۔ انسانیت کی اصلاح اور تعلیم کی راہ میں تحریک انبیاء کے تسلسل کو امامت کہتے ہیں۔ دور غیبت میں امامت کے مسئلے کو ان آیات کے ذریعے دریافت کرنا بہت ضروری ہے جن میں مظلوموں کے نجات دہندہ کے ظہور کے ساتھ ساتھ باطل پر حق کی فتح کا یقین دلایا گیا ہے اور مہدوی سوچ کے ساتھ قرآنی آیات کا مطالعہ کرنا چاہیئے تاکہ مسئلہ امامت مزید واضح ہوسکے ورنہ ہدایت کی منزل تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ایک مشہور روایت میں ہے کہ:

---

۱-الکافی، ج۱، ص ۲۴۹

مَن مَاتَ وَ لَم یَعرف امام زمانه مَاتَ میتة جاهلیة۔

ترجمہ: اپنے دور کے امام کو جانے بغیر مرنے والا، جاہلیت کی موت مرتا ہے[1]۔

ہم قرآنی آیات کے مطالعہ سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ شب قدر ہر سال ہوتی ہے تو صاحب شب قدر کو بھی ہمیشہ موجود رہنا چاہئے جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا ہے ورنہ فرشتے کس پر نازل ہوں گے اور کتاب تقدیر کو کس کے حضور میں پیش کریں گے؟ اور خدا کے حکم سے امر کو کس کے سپرد کریں گے؟

روایات اور دیگر دستیاب شواہد کا جائزہ لینے اور تجزیہ کرنے کے لیے مذکورہ مضمون کو دو نقطہ نظر سے دیکھا جا سکتا ہے۔

## پہلا نقطہ نظر

شب قدر کی شان و منزلت کے سلسلہ میں منقول روایتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسانوں کے اعمال زمین پر حجت خدا کے حضور پیش کئے جاتے ہیں۔ روئے زمین پر حجت خدا میں رسول اللہؐ جیسے خاص صفات ہونے چاہئے تاکہ وہ آپ کے جانشین بن سکیں۔ نبی کریمؐ کے دور حیات میں ہر سال شب قدر میں فرشتے اور جبرئیل آپ پر نازل ہوتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد بھی یہ ضروری ہے کہ فرشتے کسی پر نازل ہوں اور اس شخص میں رسول اللہ جیسے صفات ہونے چاہئے اور وہ لوگ رسول اکرمؐ کے معصوم جانشینوں کے علاوہ کوئی نہیں ہیں، یعنی وہ لوگ جو آپؐ کے بعد زمین پر آپؐ کے سچے خلیفہ ہیں۔

اس سلسلہ میں امام صادقؑ نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

و کیف لا نعرف لیلة القدر و الملائکة یطوفون بنا فیها[2]۔

ترجمہ: ہم کیسے شب قدر کو نہیں جانتے جب کہ اس رات فرشتے ہمارے گرد طواف کرتے ہیں۔

---

۱-الکافی، جلد۱، ص۳۷۷

۲-البرہان فی تفسیر القرآن، ج۵، ص۷۱۷

اسی طرح کی ایک روایت میں امام محمد باقرؑ نے ابوہذیل سے فرمایا:

یا اَبَا الهُذَیلِ اِنَّا لَا یخفی عَلَینا لَیلَۃُ القَدرِ اِنَّ المَلائِکَۃَ یطُوفونَ بِها فِیها۔

ترجمہ: اے ابوہذیل! شب قدر ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔اس رات فرشتے ہمارے گرد طواف کرتے ہیں۔

دوسری روایت میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ امیر المومنین اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے کہ رسول اکرمؐ خضوع و خشوع کے ساتھ سورہ قدر کی تلاوت فرمارہے تھے۔اسی وقت تیمی[1] اور عدوی[2] (ابوبکر و عمر) آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنحضرتؐ کی عاجزی اور آنسوؤں کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اس سورہ کو پڑھتے وقت آپ پر اتنی رقت کیوں طاری ہو جاتی ہے۔رسول اکرمؐ نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا:

"کیونکہ میری آنکھوں نے شب قدر میں فرشتوں کو دیکھا ہے اور میرے دل نے اس رات میں ہر پختہ امر کو سمجھ لیا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اس شخص (علیؑ) پر میرے بعد کیا گزرے گی۔انہوں نے کہا: آپ نے کیا دیکھا اور وہ کیا دیکھیں گے؟ آنحضرتؐ ان کے لیے زمین پر تَنَزَّلُ الْمَلَائِکَۃُ وَالرُّوحُ فِیهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن کُلِّ أَمْرٍ لکھتے پھر فرماتے تھے: مِّن کُلِّ أَمْرٍ کے بعد کیا کوئی چیز باقی رہتی ہے؟ وہ کہتے تھے نہیں۔آپؐ فرماتے تھے: تم جانتے ہو امر کس پر نازل ہوتا ہے؟ وہ جواب دیتے تھے: یا رسول اللہؐ! آپ پر۔ پھر آپؐ فرماتے تھے: ہاں! لیکن کیا شب قدر میرے بعد بھی ہوگی؟ وہ کہتے تھے: ہاں۔آپؐ فرماتے تھے: تو یہ امر کس پر نازل ہوگا؟ وہ کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے۔

---

۱-اس سے قبیلہ بنی تیم مراد ہے جس سے ابوبکر منسوب ہیں۔

۲-اس سے قبیلہ بنی عدی مراد ہے جس سے عمر منسوب ہیں۔

نبی اکرمؐ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر فرماتے تھے: اگر تم نہیں جانتے تو جان لو! کہ وہ شخص یہ آدمی ہے[۱]۔"

اس روایت سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ شب قدر ان اہم دستاویزات میں سے ایک ہے جسے رسول اکرمؐ نے علی ابن ابی طالبؑ کی امامت کے اثبات کے لئے پیش کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام نے حقانیت شیعہ کے اثبات کے لئے سورہ قدر کو بہت اہمیت دی ہے:

"اے شیعہ گروہ! خدا کی قسم! وہ سورہ پیغمبرؐ کے بعد لوگوں پر خدا کی حجت ہے اور وہ سورہ تمہارے دین کی سب سے بڑی دلیل اور آخری علم ہے کیونکہ اس میں شب قدر کا تذکرہ ہے، اور اس رات میں ہم پر علم نازل ہوتا ہے[۲]۔"

نبی کریمؐ سے منقول ہے:

"لیلۃ القدر پر ایمان لاؤ، جو علی ابن ابی طالب اور ان کے بچوں کے بارے میں ہے[۳]۔"

ابی یحییٰ سنانی نے امام صادقؑ سے اس طرح روایت کی ہے:

"ایک دن میرے دادا امیر المومنین سورہ انا انزلناہ کی تلاوت فرمارہے تھے اور حسنین علیہم السلام آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ امام حسینؑ اپنے والد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے امیر المومنین! میں دیکھتا ہوں کہ جب بھی آپ اس سورہ کو پڑھتے ہیں تو آپ کو خوشی اور لذت محسوس ہوتی ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: ایسا ہی ہے بیٹا! یہ سورہ جب تمہارے جد رسول اللہؐ پر نازل ہوا تو انہوں نے مجھے پڑھ کر سنایا اور اپنا دست مبارک میرے کندھے پر رکھ کر فرمایا: اے علیؑ! اے میری امت میں میرے وصی! اے میرے دشمنوں سے قیامت تک جہاد کرنے والے! یہ سورہ میری

---

۱-الکافی، ج۱، ص۲۵۰؛ بروجردی، سید محمد ابراہیم، تفسیر جامع، ج۷، ص۴۵۶؛ شریفی لاہیجی، محمد بن علی، ج۴، ص۸۳۵

۲-الکافی، ج۱، ص۲۵۰

۳-ایضاً، ص۵۳۳

وفات کے بعد تمہارے لئے اور تمہارے بعد تمہارے فرزندوں کے لئے ہے۔ میرے بھائی جبرئیل، ہر سال شب قدر میں امر الٰہی کو لیکر تم پر اور تمہاری اولاد پر نازل ہوں گے جس طرح مجھ پر نازل ہوتے ہیں"[۱]۔

معصومین علیہم السلام نے اس حقیقت کو واضح طور پر بیان کیا ہے کہ وہ شب قدر کے مالک ہیں، اور دوسری طرف انھوں نے پیغمبر اکرمؐ کے بعد شب قدر کے منکرین کے دلائل کو رد کیا ہے۔

امام سجادؑ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ کی تفسیر اور تشریح کے ضمن میں سورہ انفال کی پچیسویں آیت[۲] اور سورہ آل عمران کی ۱۴۴ آیت[۳] کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"حضرت محمدؐ کی وفات کے بعد خدا کے امر کے مخالف کہیں گے کہ شب قدر پیغمبرؐ کے ساتھ ختم ہوگئی۔ یہ فتنہ ان کے دامن گیر ہوا کیونکہ اگر کہتے ہیں کہ شب قدر ختم نہیں ہوئی ہے تو لازم ہے کوئی امر ہو جو نازل ہوسکے اور اگر امر کا اعتراف کریں گے تو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ صاحب امر بھی ہو"[۴]۔

---

۱- تفسیر جامع، ج ۷، ص ۴۶۲؛ استر آبادی، علی، تاویل الآیات الظاہرۃ فی فضائل العترۃ الطاہرہ، ص ۷۹۴

۲ -وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ -
ترجمہ: اور بچو اُس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف اُنہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو اور جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

۳ -وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ۔
ترجمہ: محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، اُن سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا دے گا۔

۴ -الکافی، ج ۱، ص ۲۴۹، تفسیر شریف لاہیجی، جلد ۴، ص ۸۳۵

امامؑ سے منقول روایت کے مطالعہ کے بعد اس سلسلہ میں تفاسیر عامہ کی توجیہات کا بے بنیاد ہونا بخوبی ظاہر ہے[۱]۔

امام محمد باقرؑ سے روایت ہے:

...وَ اَیمُ اللهِ اِنَّ مَنْ صَدَّقَ بِلَیلَۃِ الْقَدْرِ لَیَعْلَمُ اَنَّھَا لَنَا خَاصَّۃً لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ لِعَلِیٍ حِینَ دَنَا مَوتُهُ هَذا وَلِیکُم مِنْ بَعْدِی فَإِنْ اَطَعْتُمُوهُ رَشَدْتُم۔

ترجمہ: خدا کی قسم جس نے بھی لیلۃ القدر کی تصدیق کی ہے وہ یقیناً جانتا ہے کہ اس رات کا اختیار صرف اور صرف ہمارے پاس ہے اور یہ قول رسالت پناہؐ کی وجہ سے ہے جو آپ نے وفات کے وقت ارشاد فرمایا کہ یہ لیلۃ القدر کے مالک ہیں اور میرے بعد تم سب کے ولی ہیں۔ پس اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو صحیح راستہ پا لیا[۲]۔

تمام ائمہ پر یکے بعد دیگرے فرشتوں کا نزول یقینی اور حتمی ہے اور مذکورہ بالا روایات اس ضرورت کی تصدیق کرتی ہیں لہٰذا سورہ قدر امامت اور امام زمانہؑ کے وجود کی بہترین دلیل ہے جو ہمارے دور میں حجت الٰہی ہیں یعنی شب قدر میں فرشتے آپ کی ذات اقدس پر نازل ہوتے ہیں۔

قرآن بہترین ظرف زمانی (شب قدر) اور بہترین ظرف مکانی (قلب معصوم) پر نازل ہوا۔ رسول اکرمؐ سے منقول ایک روایت اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے:

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَ اخْتَارَ مِنَ الْأَيَامِ الْجُمُعَۃ وَمِنَ الشُّهُورِ شَهْرَ رَمَضَانَ وَ مِنَ اللَّيَالِي لَيْلَۃَ القدر۔

ترجمہ: خدا نے دنوں میں سے جمعہ، مہینوں میں سے رمضان اور راتوں میں سے شب قدر کو منتخب کیا ہے[۳]۔

---

۱- قاسمی، محمد جمال الدین، محاسن التاویل، ج ۹، ص ۵۱۸؛ ابن عاشور، محمد بن طاہر، التحریر و التنویر، ج ۳۰، ۴۰۴؛ فخر الدین رازی، مفاتیح الغیب، جلد ۳۲، ص ۲۳۴

۲- الکافی، ج ۱، ص ۲۵۳

۳- کمال الدین و تمام النعمۃ، ج ۱، ص ۲۸۲

شیخ عباس قمی نے اپنی کتاب میں شب قدر کا تذکرہ کیا ہے اور اس ضمن میں بہت سے اعمال بیان کئے ہیں جن میں سے ایک دعائے فرج ہے۔ یہ دعا اس اہم نکتے کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اس رات کا امام زمانہؑ سے ایک خاص تعلق ہے اور قرآن سے رابطہ امام زمانہؑ کے ساتھ رابطے سے مکمل ہوتا ہے۔

شب قدر میں دعائے فرج کے علاوہ اہل بیت کی زیارت اور خاص طور سے زیارت قبر امام حسینؑ کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ کامل الزیارات کے نقل کے مطابق شب قدر میں امام حسینؑ کے روضہ کی زیارت مغفرت کا باعث ہے:

إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ نَادَى مُنَادٍ تِلْكَ اللَّيْلَةَ مِنْ بُطْنَانِ الْعَرْشِ إِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لِمَنْ زَارَ قَبْرَ الْحُسَيْنِ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ۔

ترجمہ: جب شب قدر آئے گی جس میں ہر پختہ بات کی تفصیل ہے، اس رات عرش کے اندر سے ایک منادی پکارے گا، بے شک اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو بخش دے گا جو اس رات امام حسینؑ کے روضہ کی زیارت کرے گا[1]۔

امام صادقؑ کی ایک روایت میں بھی ہے:

وَقَدْ تَقَدَّمَ فِي كَيْفِيَةِ الصَّلَاةِ حَدِيثُ عُمَر بْنِ أُذِينَةَ وَغَيْرُهُ عَنْ أَبِي عَبْدِاللّهِ أَنَّ اللّهَ أَوْحَى إِلَى نَبِيهِ لَيْلَةَ الْإِسْرَاء فِي الركعةِ الأُولَى أَنِ اقْرَأْ قُلْ هُوَ اللّهُ أَحَدٌ فَإِنَّهَا نِسْبَتِي وَ نَعْتِي ثُمَّ أَوْحَى إِلَيهِ فِي الثَّانِيَةِ بَعْدَ مَا قَرَأَ الْحَمْدَ أَنِ اقْرَأْ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ ا الْقَدْرِ فَإِنَّهَا نِسْبَتُكَ وَنِسْبَةُ أَهْلِ بَيْتِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات نبی کریمؐ پر وحی کی کہ نماز کی پہلی رکعت میں سورہ توحید پڑھیں، کیونکہ یہ میرے بارے میں ہے اور دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ قدر کی تلاوت کیجئے کیونکہ یہ قیامت تک کے لئے آپ اور آپ کے اہل بیت کے بارے میں ہے[2]۔

---

۱۔ ابن قولویہ، جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ص ۱۸۴

۲۔ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۷۹

اس روایت کے مطابق اہل بیت اور شب قدر کے تعلق کا دائرہ نماز میں قرائت کی کیفیت سے بھی ظاہر ہو رہا ہے اور نماز کی پہلی اور دوسری رکعت میں توحید اور امامت کی وضاحت کی گئی ہے۔

شب قدر اور اہل بیت کے گہرے تعلق کا اندازہ اس روایت سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ امام صادقؑ سے منقول ہے کہ جو شخص اس رات میں ایک ہزار مرتبہ سورہ قدر پڑھے گا، اسے اہل بیت کی صداقت کا یقین ہو جائے گا۔

لَوْ قَرَأَ رَجُلٌ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ أَلْفَ مَرَّةٍ لَأَصْبَحَ وَهُوَ شَدِيدُ الْيَقِينِ بالاعتراف بما يخص بِهِ فِينَا وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِشَيْءٍ عَائِنَهُ فِي نَومِهِ۔

ترجمہ: اگر کوئی شخص رمضان المبارک کی ۲۳ویں رات کو ہزار مرتبہ سورہ قدر پڑھے گا تو صبح تک ہم اہل بیت کے خصوصی حقوق کے بارے میں اس کا یقین مزید پختہ ہو جائے گا[۱]۔

شب قدر اور دشمنان اہلبیت سے تبری میں بھی ایک طرح کا تعلق پایا جاتا ہے۔ رسول اللہؐ سے منقول ہے:

وَأَرِيَ رَسُولُ اللهِ فِي مَنَامِهِ بَنِي أُمية يَصْعَدُونَ مِنبَرَهُ مِن بَعْدِهِ يُضِلُّونَ النَّاس عَنِ الصِّرَاطِ الْقَهْقَرى فَأَصْبَحَ كَئِيباً حَزِيناً فَهَبَطَ عَلَيْه جبرئيل فَقَال يا رَسُول الله ما لي أراك كئيباً حزيناً - قال يا جبرئيل اِنّي رأيتُ بني أُمَيَّةَ فِي لَيْلَتِي هَذِهِ يَصْعَدُونَ مِنبَرِي مِن بَعدِي يُضِلُّونَ النَّاس عَنِ الصِّراطِ القهقرى - فَقَال وَالذي بَعَثَكَ بِالحَقِّ نَبياً إنَّ هَذا لشيءٌ ما اطّلَعتُ عَلَيْهِ ثُمَّ عَرجَ إلى السَّماءِ فَلَمْ يَلبثْ أَن نَزَلَ عليهِ بِأيٍ مِنَ القُرآنِ يُؤنِسُه بِهَا أَفَرَأَيتَ إِن مَتَّعنَاهُم سِنين، ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ- ما أغنى عَنهُم مَا كَانُوا يُمَتَّعُونَ وَأَنزَلَ عَلَيْهِ إِنَّا

---

۱- طوسی، محمد حسن، تہذیب الاحکام، ج ۳، ص ۱۰۱

أنزلناهُ فِي ليلةِ القَدرِ و مَا أدراكَ مَا ليلةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ لَيلَةَ القَدرِ خَيراً مِن اَلف شَهرٍ مِن مُلكِ بَنِى اُميةَ۔

ترجمہ: آپؐ نے شب قدر میں خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ آپ کے منبر پر چڑھے ہوئے ہیں۔اس وجہ سے نبی کریمؐ غمگیں ہوئے لیکن جبرئیل نے بشارت دی کہ وہ مختصر عرصے کے لیے حکومت کریں گے اور خیر من الف شہر کو اسی سے تعبیر کیا ہے یعنی ایک شب قدر جس میں قرآن آنحضرتؐ کے اہلبیت پر نازل ہوتا ہے بنی امیہ کی حکومت کے ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے[۱]۔

بہ طور خلاصہ ان سارے عقلی اور نقلی دلائل کے بعد حتمی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آخری زمانہ میں امام زمانہؑ کا مقدس وجود فرشتوں کے نزول کا مرکز ہے اور آپ کی ذات بابرکت لیلۃالقدر کی روح وجان ہے۔

دوسری روایت میں ہے:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ قَالَ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ اللَّيْلَةُ فَاطِمَةُ وَالْقَدْرُ اللّٰهُ فَمَنْ عَرَفَ فَاطِمَةَ حَقَّ مَعْرِفَتِهَا فَقَدْ أَدْرَكَ لَيلة القدر۔

ترجمہ: ابی عبداللہ سے روایت ہے کہ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ میں لیلۃ القدر جناب فاطمہ اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے۔جس نے بھی فاطمہ کو پہچان لیا جس طرح پہچاننے کا حق ہے تو اس نے شب قدر کو درک کر لیا[۲]۔

---

۱۔ من لایحضرۃ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۵۷؛ تہذیب الاحکام، ج ۳ ص ۵۹

۲۔ فرات کوفی، ابوالقاسم، تفسیر فرات کوفی، ص ۵۸۲؛ حسینی استرآبادی، سید شرف الدین، تاویل الآیات الظاہرۃ، ص ۷۹۲؛ البحران فی تفسیر القرآن، ج ۵، ص ۷۱۵

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ شب قدر سے مراد جناب فاطمہ زہرا(س) کا وجود مقدس ہے۔ تو یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس روایت اور اس سلسلہ کی دوسری روایتوں میں تضاد پایا جاتا ہے یا اس روایت میں کوئی اہم پیغام ہے۔

اس سوال کے جواب میں ہم امام جعفر صادقؑ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں:

"امیر المومنینؑ نے ابن عباس سے فرمایا کہ بے شک شب قدر ہر سال ہوتی ہے جس رات میں امر کا نزول ہوتا ہے اور پیغمبر اکرمؐ کے بعد اس امر کے کچھ صاحبان امر ہوتے ہیں۔ ابن عباس نے سوال کیا: وہ لوگ کون ہیں؟ آپؑ نے فرمایا میں ہوں اور میرے بعد میرے صلب سے میرے گیارہ فرزند ہیں جو امام ہیں"[1]۔

مذکورہ بالا حدیث اور اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ اہلبیت نور واحد[2] سے ہیں اور کسی ایک فرد کی خصوصیت دوسروں میں بھی ہوسکتی ہے نیز حضرت زہرا (س) گیارہ اماموں اور جانشینوں کی والدہ ہیں جو اپنے شوہر کے ساتھ ولایت کے معاملے میں اپنے والد کے وارثوں کی فہرست میں ہیں۔

ان ساری باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگر ہم بعض روایات میں دیکھتے ہیں کہ فاطمہ (س) شب قدر ہیں، یا آپ کی پاک ذات کے بارے میں بے شمار فضائل سنتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف یہی وہ ذات ہے جس میں گیارہ خورشید کو عطا کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے لہٰذا اگر ہم کہیں کہ فاطمہ (س) شب قدر ہیں تو یہ ایسا ہی ہے جیسے یہ کہنا کہ امام حسنؑ شب قدر ہیں اور اسی طرح حضرت زہرا(س) کے آخری لخت جگر یعنی امام زمانہ عج کا مقدس وجود۔ شاید اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ جس نے بھی فاطمہ (س) کو پہچان لیا اس نے شب قدر کو پہچان لیا کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ فاطمہ (س) سے مراد صرف آپ کی ذات

---

۱۔ الکافی، ج۱، ص ۵۳۳؛ ابن بابویہ، محمد بن علی، الخصال، ج۲، ص ۴۸۰؛ معانی الاخبار، ص ۳۱۶؛ طوسی، محمد بن حسن، الغیبۃ، ص ۱۴۲؛ تفسیر نور الثقلین، جلد ۵، ص۶۲۱

۲۔ ابن بابویہ، محمد بن علی، الامالی، ص ۲۳۶؛ قمی، عباس، سفینۃ البحار، ج۸، ص ۳۴۴

نہیں ہے۔ تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ شب قدر میں اہلبیت کے سارے افراد کو شفیع قرار دینا چاہئے اور اللہ تعالٰی کی حمد و ثنا کرنا چاہئے کہ اس نے ہمیں ولایت کی نعمت سے نوازا ہے۔

امام صادقؑ نے مفضل کے ایک سوال کے جواب میں ولایت کی نعمت کو فضل مشہود کے طور پر تعارف کرایا ہے اور جب مفضل نے شب قدر کی فضیلت کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

نزلت ولایة امیرالمومنین فیها... نعم هی لیلة قدرت فیها السماوات و الارض و قدرت ولایة امیر المومنین فیها۔

ترجمہ: اس شب قدر میں امیر المؤمنین کی ولایت نازل ہوئی ہے... ہاں! یہ رات وہ ہے جس میں زمین و آسمان کے مقدرات اور ولایت امیر المؤمنین مقدر کی جاتی ہے[۱]۔

### دوسرا نقطہ نظر

اس تحقیق کو ثقلین کی مشہور و متواتر حدیث پر تاکید کرتے ہوئے بھی پیش کیا جاسکتا ہے اور اس کے ذریعہ بھی شب قدر اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے تعلق اور اس کے نتیجے میں ان کی بارگاہ میں فرشتوں کے نزول کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن و عترت ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہیں اور واضح رہے کہ قرآن و عترت دونوں ہی ہدایت کے ذمہ دار ہیں اور شب قدر میں اہلبیت کے بغیر قرآن کا تصور ناممکن ہے۔

قرآنی آیات کے مطابق شب قدر ہر سال آتی ہے، اس لئے صاحب قدر کو بھی ہمیشہ موجود رہنا چاہئے ورنہ آیات کی صحیح تفسیر نامکمل ہے کیونکہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ فرشتے ہر سال کس پر نازل ہوتے ہیں اور کس کے سامنے تقدیر پیش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ثقلین کی متواتر روایت اور دونوں

---

۱۔ الکافی، ج۱، ص ۵۳۳؛ الخصال، ج ۲، ص ۴۸۰؛ تفسیر نور الثقلین، ج۵، ص ۶۲۱

ثقل کی ہمراہی کی ضرورت کے پیش نظر جس طرح قرآن قیامت تک باقی رہے گا بالکل اسی طرح عترت اور حجت خدا کی بھی ہمیشہ ضرورت رہے گی۔

امیر المومنینؑ نے شب قدر کے حوالے سے ہر دور میں قرآن و عترت کی ضرورت پر اس طرح تاکید کی ہے:

إِنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي كُلِّ سَنَةٍ وَإِنَّهُ يَنْزِلُ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ أَمْرُ السَّنَةِ وَلِذَلِكَ الْأَمْرِ وُلَاةٌ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ۔

ترجمہ: درحقیقت شب قدر ہر سال آتی ہے اور اس رات میں پورے سال کے امور کا نزول ہوتا ہے اور یہ سلسلہ رسول اللہؐ کے بعد بھی جاری رہے گا[۱]۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ حدیث ثقلین سے نہ صرف اصل امامت ثابت ہوتی ہے بلکہ امامت کے تسلسل پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اس حدیث سے ایک طرف حضرت امام مہدیؑ کی امامت ثابت ہوتی ہے تو دوسری طرف شب قدر کی صحیح تفسیر معلوم ہوتی ہے۔

حدیث ثقلین نے ہدایت کو قرآن و امام سے تمسک میں منحصر کر دیا ہے اور قرآن مجید کے تداوم و بقا کی طرح امام و امامت کی بقا کو بھی ثابت کیا ہے اس لئے ولایت کے ماننے والوں پر لازم ہے کہ وہ شب قدر میں سب سے پہلے امام زمانہؑ کے ظہور کے لئے دعا کریں۔

## نتیجہ

قرآنی آیات اور متعدد روایات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر بڑی قدر و منزلت کی حامل ہے اور انسانوں کی تقدیر میں فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے اور یہ ثابت کیا جا چکا کہ یہ رات ہر سال تکرار ہوتی ہے اور ہر سال فرشتے نازل ہوتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ ہر زمانہ میں کوئی ہو جس کی بارگاہ میں فرشتے نازل ہو سکیں اور حدیث ثقلین کی صحیح تشریح کے ذریعہ یہ ثابت کیا گیا کہ شب قدر اور امام زمانہؑ کے درمیان خاص تعلق ہے اور یہ حقیقت ہے کہ امام زمانہؑ ہی ایک کامل انسان اور قرآن کے نورانی الفاظ کا ظرف ہیں۔

---

۱۔ الکافی، ج۱، ص ۵۳۳

دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سورہ قدر شیعیت کی حقانیت کی مضبوط ترین دلیل ہے اور امام زمانہؑ کی صحیح شناخت کے بغیر ثقل اکبر کی شناخت اور آپ کی مدد کے بغیر ہدایت کے واضح راستے پر گامزن ہونا ممکن نہیں ہے۔

## منابع و مآخذ

قرآن کریم

- ابن ابی الحدید عبد الحمید ابن ہبۃ اللہ، **شرح نہج البلاغہ**، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، کتابخانہ آیت اللہ مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۴ق
- ابن بابویہ، محمد بن علی، **الخصال**، تحقیق: علی اکبر غفاری، جامعہ مدرسین، قم، ۱۳۶۲ش
- ابن بابویہ، محمد بن علی، **الامالی**، کتابچی، تہران، ۱۳۷۶
- ابن بابویہ، محمد بن علی، **علل الشرائع**، داوری بک اسٹور، قم، ۱۳۸۵ش
- ابن بابویہ، محمد بن علی، **کمال الدین و تمام النعمہ**، تحقیق: علی اکبر غفاری، اسلامیہ، تہران، ۱۳۹۵ش
- ابن بابویہ، محمد بن علی، **معانی الأخبار**، تحقیق: علی اکبر غفاری، دفتر انتشارات اسلامی، قم، ۱۴۰۳ق
- ابن بابویہ، محمد بن علی، **من لایحضرہ الفقیہ**، تحقیق: علی اکبر غفاری، دفتر انتشارات اسلامی، قم، ۱۴۱۳ق
- ابن عاشور، محمد بن طاہر، **التحریر والتنویر**
- ابن منظور، محمد بن مکرم، **لسان العرب**، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ق
- ابن قولویہ، جعفر بن محمد، **کامل الزیارات**، تحقیق: عبدالحسین امینی، دار المرتضویہ، نجف، ۱۳۵۶ش
- استرآبادی، علی، **تأویل الآیات الظاہرۃ فی فضائل العترۃ الطاہرۃ**، تحقیق: حسین استادولی، مؤسسہ نشر اسلامی، قم، ۱۴۰۹ق
- بحرانی، سید ہاشم، **البرہان فی تفسیر القرآن**، بنیاد بعثت، تہران، ۱۴۱۶ق
- بروجردی، سید محمد ابراہیم، **تفسیر جامع**، انتشارات صدر، تہران، ۱۳۶۶ش
- حر عاملی، محمد بن حسن، **وسائل الشیعہ**، مؤسسۃ آل البیت، قم، ۱۴۰۹ق
- حسینی استرآبادی، سید شرف الدین علی، **تأویل الآیات الظاہرۃ**، دفتر انتشارات اسلامی، قم، ۱۴۰۹ق

❖ شریف لاہیجی، محمد بن علی، **تفسیر شریف لاہیجی**، دفتر نشر داد، تہران، ۱۳۷۳ش
❖ صفار، محمد بن حسن، **بصائر الدرجات فی فضائل آل محمد**، تحقیق: محسن بن عباسعلی، کتابخانہ آیت اللہ مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۴ق
❖ طباطبائی، محمد حسین، **المیزان فی تفسیر القرآن**، ترجمہ: سید محمد باقر موسوی ہمدانی، دفتر انتشارات اسلامی قم، ۱۳۷۴ش
❖ طوسی، محمد بن الحسن، **تہذیب الأحکام**، تحقیق: حسن موسوی خرسان، دار الکتب الاسلامیہ، قم، ۱۴۰۷ق
❖ طوسی، محمد بن الحسن، **الغیبہ**، تحقیق: عباد اللہ تہرانی و علی احمد ناصح، دار المعارف الاسلامیہ، قم، ۱۴۱۱ق
❖ طوسی، محمد بن الحسن، **التبیان فی تفسیر القرآن**، دار احیاء التراث العربی، بیروت
❖ طیب، سید عبد الحسین، **اطیب البیان فی تفسیر القرآن**، انتشارات اسلام، تہران، ۱۳۷۸ش
❖ عروسی حویزی، عبد علی بن جمعہ، **تفسیر نور الثقلین**، انتشارات اسماعیلیان، قم، ۱۴۱۵ق
❖ فخر الدین رازی ابو عبد اللہ محمد بن عمر، **مفاتیح الغیب**، دار احیاء التراث، بیروت، ۱۴۲۰ق
❖ فرات کوفی، ابو القاسم فرات بن ابراہیم، **تفسیر فرات الکوفی**، سازمان چاپ و انتشارات وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی، تہران، ۱۴۱۰ق
❖ فیض کاشانی ملا محسن، **تفسیر صافی**، انتشارات صدر، تہران، ۱۴۱۵ق
❖ فیض کاشانی، ملا محسن، **الأصفی فی تفسیر القرآن**، انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی، قم، ۱۴۱۸ق
❖ قاسمی، محمد جمال الدین، **محاسن التاویل**، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ق
❖ قرشی، سید علی اکبر، **تفسیر احسن الحدیث**، بنیاد بعثت، تہران، ۱۳۷۷ش
❖ قمی، عباس، **سفینۃ البحار**، انتشارات اسوہ، قم، ۱۴۱۴ق
❖ کلینی، محمد بن یعقوب، **الکافی**، تحقیق: علی اکبر غفاری و محمد آخوندی، دار الکتب إسلامیہ، تہران، ۱۴۰۷ق
❖ مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، **مرآۃ العقول فی شرح اخبار آل الرسول**، تحقیق: سید ہاشم رسولی محلاتی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۴۰۴ق

# قرآن مجید ہر درد کی دوااور شفاء

مولانا سید جمال عباس سرسوی

**خلاصہ**

شفاء کا مطلب ہے صحت و تندرستی جس کی ضد بیماری ہے۔ بیماری، ہر طرح کی ہو سکتی ہے جیسے جسمانی، روحانی، معنوی، انفرادی، سماجی وغیرہ ۔ اس بنا پر شفاء کا مفہوم عام ہے جو تمام تکلیفوں سے چھٹکارے کو شامل ہے۔ نتیجتاً قرآن حکیم، ہر درد کی دوا اور شفاء ہے۔زیر نظر مضمون میں اسی لحاظ سے قرآنی علاج اور شفاء پر تحقیق کی گئی ہے۔

**کلیدی الفاظ:** قرآن کریم، شفاء، علاج، بیماری، جسمانی، روحانی، اخلاقی، دینی واعتقادی۔

**مقدمہ**

صحت و سلامتی اور تندرستی کے ساتھ ساتھ انسان، ہمیشہ مختلف جسمانی اور روحانی بیماریوں کا شکار رہاہے۔سرد و گرم زمانہ، موسمی تبدیلی اور حالات کے رد و بدل کی وجہ سے یہ کائنات کے نظام کا حصہ اور طبیعت و فطرت کے عین مطابق و موافق ہے۔اسی لئے خالق علیم اور رب کریم نے ان بیماریوں کا علاج بھی بتایاہے اور شفایابی کے راستوں کی راہنمائی بھی کی ہے۔

علاج اور شفایابی کے کثیر راستوں میں سے، قرآن حکیم کو بھی شفاء کے طور پر متعارف کرایا گیاہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ۔

ترجمہ: اور ہم قرآن میں وہ سب کچھ نازل کررہے ہیں جو صاحبان ایمان کے لئے شفااور رحمت ہے[1]۔

❖

قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ۔

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ یہ (قرآن) مومنین کے لئے ہدایت اور شفاء ہے[2]۔

❖

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ۔

ترجمہ: ایہاالناس! تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی شفاء کا سامان اور ہدایت اور صاحبانِ ایمان کے لئے رحمت قرآن آچکا ہے[3]۔

اس آخری آیہ مبارکہ میں غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے شفاء ہونے کی خصوصیت کا ذکر کرنے سے پہلے مَوْعِظَةٌ مِن رَبِّكُمْ کے ذریعہ اس کی توصیف فرمائی ہے، جو اس حقیقت کی طرف لطیف اشارہ ہوسکتا ہے کہ قرآن حکیم، دل کی بیماریوں سے اسی وقت شفاء دلا سکتا ہے جب اس کے مواعظ پر عمل کیا جائے اور تفکر و تعقل، معرفت اور ایمان باللہ کے ساتھ بندگی کی راہ طے کی جائے۔

احادیث و روایات میں بھی قرآن حکیم کے شفاء ہونے کا ذکر بکثرت آیا ہے۔ مولا علیؑ فرماتے ہیں:

---

۱-سورہ اسراء، آیت ۸۲
۲-سورہ فصلت، آیت ۴۴
۳-سورہ یونس، آیت ۵۷

"فتح مکہ کے دن پیغمبر اسلامؐ نے اپنے خطبہ کے دوران فرمایا: من لم یستشف بالقرآن فلا شفاه الله۔ جو قرآن حکیم سے شفاء حاصل نہیں کرے گا، اللہ اسے شفاء نہیں عطا کرے گا[1]"۔

امیر المومنینؑ نے یہ بھی فرمایا:

واستَشفُوا بِنُورِهِ فَاِنَّهُ شِفاءُ الصُّدور۔

ترجمہ: نور قرآن سے شفاء حاصل کرو اس لئے کہ وہ دلوں کی شفاء ہے[2]۔

ذیل میں شِفاء کے معنی کی وضاحت کے ساتھ، انسان کے جسمانی، روحانی، اخلاقی اور دینی و اعتقادی امراض کے قرآنی علاج کی طرف اشارہ کیا جائے گا اور قرآن حکیم کے شِفاء ہونے پر مختصر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

**شِفاء سے مراد**

شِفاء کا مطلب ہے صحت و تندرستی اور شفاء یابی کا مطلب ہے بیماری سے نجات[3]۔ لغوی اعتبار سے شِفاء، کسی بھی چیز کا وہ آخری حصہ ہے جو تباہ ہونے یا نجات پانے والی ہے؛ لہٰذا مریض کی شفایابی کا مطلب، عافیت، بیماری سے نجات پانا اور صحت یاب ہونا ہے۔ اس لحاظ سے قرآن حکیم کے شِفاء ہونے کا مطلب، مادی اور معنوی انحطاط و زوال سے نجات ہے جو ہدایت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے[4]۔ شِفاء کی ضد بیماری ہے؛ بیماری، ہر طرح کی ہو سکتی ہے جیسے جسمانی، روحانی، انفرادی، سماجی وغیرہ؛ اس بنا پر شفاء کا مفہوم عام ہے جو تمام تکلیفوں سے چھٹکارے کو شامل ہے۔ نتیجتاً قرآن حکیم، ہر درد کی دوا اور شفاء ہے۔

---

۱- جار اللہ، زمخشری، الکشّاف عن حقائق التنزیل (ج ۲) ص ۶۸۹

۲- نہج البلاغہ، خطبہ ۱۱۰

۳- سید علی اکبر، قرشی، قاموس قرآن (ج ۴) ص ۵۸

۴- راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ص ۴۵۹، ذیل واژہ شفاء؛ سید حسن مصطفوی، التحقیق فی کلمات القرآن، ذیل واژہ شفاء

## قرآن حکیم کے شِفاء ہونے کی وجہ تسمیہ

ابوالفتوح رازی، قرآن کے شِفاء ہونے کی وجہ تسمیہ کی وضاحت میں اس طرح رقمطراز ہیں :

۱۔ قرآن، نبی اکرمؐ کی نبوت اورآپ کی صداقت و حقانیت کا ثبوت ہے، جس کے ذریعہ لوگ گمراہی اور ضلالت کی سر گردانی سے نجات پاتے ہیں، جیسا کہ مریض بیماری سے شِفاء حاصل کرتا ہے۔

۲۔ قرآن واضح و روشن دلیلیں پیش کرتا ہے ،شک و شبہات دور کرتا ہے اور علم ویقین کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

۳۔قرآن سے متبرک ہونے کی صورت میں یہ بات قطعاً محال و ناممکن نہیں ہے کہ لوگ اپنی جسمانی بیماری کی شفاء اس سے طلب کریں؛ کیونکہ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں اور سورہ حمد کے ناموں میں سے ایک نام الشفاء ہے[۱]۔

## قرآن حکیم کے شِفاء ہونے کی وضاحت

قرآن حکیم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ کسی کے بیمار ہونے اور پھر اس کا علاج کرنے کا انتظار نہیں کرتا، بلکہ پیشگی روک تھام کے ذریعہ لوگوں کو بیماریوں میں مبتلا ہونے سے بھی بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ بیماری سے خبردار کرتا ہے۔ اگر کوئی اس مرحلہ پر اس کی تنبیہ کو سنجیدگی سے نہیں لیتا اور غلط کام کر کے بیمار ہو جاتا ہے تو قرآن حکیم ، مریض کا علاج اور بیماری سے نجات کا طریقہ بتاتا ہے اور بیماری سے چھٹکارا دلاتا ہے۔اس طرح قرآن حکیم ،انسان کی تمام جسمانی، روحانی ، دینی ، اعتقادی اور اخلاقی بیماریوں کا علاج کرتا ہے۔

---

۱۔ ابوالفتوح رازی، روض الجنان و روح الجنان فی تفسیر القران (ج ۱۲) ص ۲۷۶

## جسمانی بیماریوں کا علاج

حالانکہ قرآن حکیم کے نزول کا بنیادی مقصد،افراد بشر اور سماج و معاشرہ کی رہنمائی، تعلیم و تربیت اور لوگوں کو کمال تک پہنچانا ہے لہٰذا یہ بات قرآن کریم کے مقام و منزلت کے شایان شان نہیں ہے کہ اس کو ایک طبّی اور حفظان صحت کی کتاب کے طور پر پیش کیا جائے لیکن احادیث و روایات، مطالعات اور بہت سے تجربات کے مطابق، قرآن پڑھنے، اس سے متبرک ہونے اور اس پر عمل کرنے کے اثرات میں سے ایک، جسمانی بیماریوں کا علاج بھی ہے؛ جیسا کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا:

"آنکھ میں تکلیف کے وقت، اللہ تعالیٰ سے شفاء پانے کے یقین کے ساتھ، آیت الکرسی کی تلاوت کرنے سے شفاء ملے گی انشاء اللہ[1]۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ:

"امام حسینؑ بیمار ہوگئے، بی بی فاطمہ زہرا(س) آپ کو لیکر حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور دعائے صحت کی درخواست کی۔ جبریل نازل ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! ایک پیالہ پانی لیں اور اس میں چالیس مرتبہ سورہ حمد دم کر کے شہزادے پر چھڑک دیں، اللہ شفاء عطا کرے گا۔ حضورؐ نے ایسا ہی کیا اور امام حسینؑ بحکم الٰہی صحتیاب ہوگئے"[2]۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے:

القرآن هو الدواء۔ ترجمہ: قرآن دوا ہے[3]۔

بعض ماہرین نفسیات نے قرآنی آیات پر اپنی تحقیق کے نتیجہ میں لکھا ہے کہ قرآن حکیم سننے سے حاملہ عورتوں کے درد زہ کی شدت میں کمی ہو جاتی ہے[4]۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء، درد کو

---

۱- سید مہدی حجازی و ہمکاران، درر الاخبار، ص ۶۳۴
۲- درر الاخبار، ص ۶۳۷
۳- روض الجنان و روح الجنان فی تفسیر القران، ج ۱۲، ص ۲۷۶
۴- فریدہ، محسن زادہ و منیر السادات، حسینی، تأثیر قرآن در درمان بیماری‌ہا، مروری بر مطالعات، نشریہ اسلام و سلامت، ص ۲۵

برداشت کرنے کے لئے قرآن پڑھا کرتے تھے۔ منقول ہے کہ مرحوم آیت اللہ العظمی سید احمد خوانساری کو ایک بیماری کی وجہ سے آپریشن کی ضرورت تھی، سرجری شروع ہونے سے پہلے جب ڈاکٹروں نے انہیں بے ہوش کرنا چاہا تو آپ نے اجازت نہیں دی اور کہا: جب میں سورہ مبارکہ انعام کی تلاوت میں مصروف ہو جاؤں تو آپ سرجری شروع کر دیں، ایسا ہی ہوا اور سرجری مکمل ہونے تک سورہ انعام کی تلاوت بھی اختتام کو پہنچی[1]۔

البتہ بسااوقات اللہ سبحانہ و تعالی بغیر کسی ظاہری وجہ اور سبب کے، ایک خاص معجزہ کے طور پر، مردہ کو زندہ کر دیتا ہے یا لاعلاج مریض کو شفاء دے دیتا ہے، وغیرہ؛ جیسا کہ حضرت عیسیٰ کے معجزات ایسے ہی تھے[2]۔

ان معجزوں اور اللہ تعالی کی خاص کرامتوں کے علاوہ جو کہ بہت محدود ہیں، کسی بیماری کے علاج کے لئے ڈاکٹروں کے پاس جانے کے بجائے، فقط کسی کونے میں بیٹھ کر قرآن کریم پڑھنا اور صرف دعا کر کے شفایابی کی توقع رکھنا، بے سود ہی نہیں انتہائی بے عقلی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جسمانی بیماریوں کے علاج کے لئے دو بنیادی طریقے رکھے ہیں، جن میں ظاہری اسباب اور باطنی ذرائع دونوں شامل ہیں لہٰذا جسمانی امراض کے علاج میں نہ صرف ظاہری اسباب سے مطمئن ہونا چاہیے اور نہ فقط باطنی اسباب کے بھروسے، ظاہری اسباب کو نظر انداز کرنا چاہئے بلکہ دونوں ذرائع استعمال کرنا ضروری ہیں، کیونکہ اللہ نے شفاء کو ظاہری ذرائع میں بھی رکھا ہے اور معنوی و روحانی اسباب بھی جسمانی علاج کے اہم طریقوں میں سے ایک ہیں۔

جیسا کہ حضرت یونس کے علاج میں ظاہری اور باطنی دونوں اسباب استعمال ہوئے: آپ کی دعا، توبہ اور استغفار[3] کے ساتھ ساتھ، اللہ تعالی نے کدو کے ذریعہ آپ کی بیماری کا علاج کیا[4]۔

---

۱- سید نعمت اللہ، حسینی، مردان علم در میدان عمل (ج ۴) ص ۱۸۸و۱۸۹

۲- سورہ آل عمران، آیت ۴۹

۳- سورہ انبیاء، آیت ۸۷و۸۸

۴- سورہ صافات، آیت ۱۳۹تا۱۴۶

## روحانی امراض اور اخلاقی بیماریوں کا علاج

آج کا انسان بہت کچھ پاس ہونے کے باوجود بے چین نظر آتا ہے، ٹینشن اور تناؤ نے اس کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، سب کو سکون واطمینان اور ہر درد سے چھٹکارے کی تلاش ہے۔ بلاشبہ قرآن حکیم میں، انسان کی تمام روحانی اور اخلاقی بیماریوں کا علاج اور اس کے لئے شفاء کا نسخہ موجود ہے۔ یعنی قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے اوامر و نواہی کے مطابق عمل کرنے سے انسان کو روحانی سکون اور اخلاقی بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔

عین ممکن ہے انسان، جسمانی طور پر صحیح وسالم ہو لیکن روحانی اور اخلاقی امراض میں مبتلا ہو۔ مثال کے طور پر، نفسیاتی بیماری جیسے غرور یا تکبر کا علاج، دواخانہ سے دوا لے کر نہیں کیا جاسکتا، یعنی میڈیکل کی دوائیوں سے اس کے تکبر کو عاجزی میں نہیں بدلا جاسکتا۔ اسی طرح ایک سخت دل شخص کو انجکشن لگا کر یا گولیاں کھلا کر، مہربان، نرم دل اور ہمدرد انسان، نہیں بنایا جاسکتا۔ اخلاقی امراض کے علاج کا طریقہ الگ ہے[1]۔

قرآن حکیم نے انسان کے اندر روحانی امراض کی موجودگی[2] کے بیان کے ساتھ خود کو دلوں کی بیماریوں سے شفاء[3] کے طور پر پیش کیا ہے۔ گویا دلوں کی بیماری کو شفاء دینا یا قرآنی تعبیر کے مطابق جو سینے میں ہے اسے شفاء دینے سے مراد، بخل، کینہ، لالچ، بغض، حسد، بزدلی، شرک، منافقت اور اس طرح کی تمام روحانی واخلاقی امراض اور معنوی آلودگیوں سے چھٹکارا اور علاج ہے[4]۔

مثلاً حسد، اخلاقی امراض کی ایک مثال ہے۔ اس بیماری کو ختم کرنے کے لئے قرآن مجید نے اس کے متعدد برے اثرات کی طرف اشارہ کرکے اسے جڑ سے ختم کر دینے کا انتظام کیا ہے۔ حسد کے بعض

---

۱- مرتضی، مطہری، مجموعہ آثار (ج ۲۳) ص ۱۰۲

۲- فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ ۔ ترجمہ: ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے (سورہ بقرہ، آیت ۱۰)

۳- وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ ۔ ترجمہ: اور دلوں کی شفا کا سامان ہے۔ (سورہ یونس، آیت ۵۷)

۴- ناصر مکارم شیرازی و ہمکاران، تفسیر نمونہ (ج ۸) ص ۳۱۸

برے اثرات یہ ہیں: دین میں اختلاف، پیغمبرِ اسلام پر ایمان لانے میں کترانا، حق کا انکار، سازشیں، جھوٹ، شرارت وشیطنت، ظلم، قتل، کفر، ندامت وپشیمانی وغیرہ[۱]۔

حسد سے بچنے کا ایک راستہ، فضل الٰہی کی درخواست، خدا کی نعمتوں سے استفادہ اور عطایائے الٰہی کی تقسیم ہے۔ چنانچہ آیہ کریمہ:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ[۲]۔

کے ذیل میں آلوسی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو دوسروں کے مال پر اعضاء وجوارح کے ذریعہ تجاوز کرنے سے منع کرنے کے بعد اس آیہ مبارکہ میں حسد کی وجہ سے دوسرے لوگوں کے مال پر نگاہ رکھنے سے روکا ہے[۳]۔

ایک حاسد شخص بعض اوقات تباہی کے اس مرحلہ پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ دوسروں کو تھوڑا نقصان پہنچانے کے لئے خود کو زیادہ نقصان پہنچانے پر تیار ہوجاتا ہے[۴]۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک حاسد شخص، ایک غلام خرید کر اسے اس شرط پر آزاد کرنے اور ساتھ میں بہت سا نقد سرمایہ دینے پر بضد تھا کہ غلام آدھی رات کو پڑوسی کی چھت پر اسے قتل کردے، غلام نے حیرت سے پوچھا: آخر کیوں؟ ارباب نے کہا: کیونکہ یہ پڑوسی ہر چیز میں مجھ سے آگے ہے، میں حسد کی آگ میں جل رہا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ میرے قتل کے الزام میں اسے قید کردیا جائے۔ غلام نے قبول کرلیا اور آقا کا سر قلم کر کے نقد سرمایہ لے کر چلا گیا۔ خبر ہر طرف پھیل گئی۔ پڑوسی کو جیل ہوگئی، لیکن سب یہ کہہ رہے تھے کہ اگر وہ قاتل ہوتا تو اپنے گھر کی چھت پر ایسا نہ کرتا؛ کچھ تو بات ہے؟ غلام کے ضمیر نے اسے جھنجوڑا، اور اس نے حکومت وقت کے پاس جاکر سب سچ بتادیا۔ قاضی نے مقتول کے غلام اور پڑوسی دونوں کو آزاد کردیا[۵]۔

---

۱۔ اکبر ہاشمی، رفسنجانی و محققان مرکز فرہنگ و معارف قرآن، فرہنگ قرآن (ج ۱۰) ص ۵۵۴

۲۔ ترجمہ: اور جو کچھ اللہ نے تم میں سے کسی کو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرو۔ (سورہ نساء، آیت ۳۲)

۳۔ محمود بن عبداللہ، آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم (ج ۴) ص ۲۸

۴۔ مجموعہ آثار، ج ۲۳، ص ۱۰۴

۵۔ ایضاً، ص ۱۰۵

قرآنی تعلیمات کو نظرانداز کرنا، اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو جو کچھ دیا ہے اس پر نظر رکھنا اور اس پر حسد کرنا، انسان کو ایک ایسے بھنور میں گرفتار کردیتا ہے جو اس کی دنیا اور آخرت دونوں کو برباد کردیتا ہے۔

## اخلاقی بیماریوں کے لئے قرآن کریم کے شفاء بخش احکام

اخلاقی بیماریوں کے علاج کے لیے قرآن حکیم میں بہت سے شفاء بخش احکام موجود ہیں، منجملہ:

۱۔ ذہنی دباؤ اور نفسیاتی بیماریوں کو کم کرنے کے لئے صبر کا حکم[1]؛

۲۔ سکون و اطمینان کے لئے خدا پر بھروسہ کرنے اور توکل کا حکم[2]؛

۳۔ عبادات، خصوصاً نماز اور روزہ کا حکم[3]؛

---

۱۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔
ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد لو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (سورہ بقرہ، آیت ۱۵۳)
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۔ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر سے کام لو، باطل پرستوں کے مقابلہ میں پا مردی دکھاؤ، حق کی خدمت کے لیے کمر بستہ رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ فلاح پاؤ گے (سورہ آل عمران: آیت ۲۰۰)

۲۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۔ترجمہ: اللہ پر توکل کرو، اللہ ہی وکیل ہونے کے لیے کافی ہے۔ (سورہ احزاب: آیت ۳)؛
فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔ ترجمہ: پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اُسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔ (سورہ آل عمران: آیت ۱۵۹)

۳۔ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ۔ترجمہ: صبر اور نماز سے مدد لو۔ (سورہ بقرہ: آیت ۴۵)
إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۔ترجمہ: میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، پس تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔ (سورہ طہ: آیت ۱۴)

## دینی و اعتقادی امراض کا علاج

قرآن حکیم کی شفاء کا سب سے اہم حصہ، دینی و اعتقادی امراض کا علاج ہے۔ قرآن مجید سب سے پہلے انہیں بیماریوں کے علاج کی غرض سے نازل ہوا ہے تاکہ لوگ شرک، کفر اور تاریکی سے توحید، اسلام اور نورانیت کی طرف رہنمائی حاصل کر سکیں۔ جیسا کہ مولا امام علیؑ نے فرمایا:

فَاسْتَشْفُوهُ مِنْ أَدْوَائِكُمْ وَ اسْتَعِينُوا بِهِ عَلَى لَأْوَائِكُمْ فَإِنَّ فِيهِ شِفَاءً مِنْ أَكْبَرِ الدَّاءِ وَ هُوَ الْكُفْرُ وَ النِّفَاقُ وَ الْغَيُّ وَ الضَّلَالُ۔

ترجمہ: شفاء اور اپنی بیماریوں کا علاج قرآن مجید سے حاصل کرو اور مشکلات میں اس سے مدد مانگو، کیونکہ قرآن حکیم میں کفر، نفاق، ضلالت و گمراہی جیسی سب سے بڑی بیماریوں کا علاج ہے[۱]۔

قرآن مجید نے بھی اپنا ہدف و مقصد، بنی نوع انسان کو کفر کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں، بت پرستی کی تاریکیوں سے خدا پرستی کے نور کی طرف اور ظالم و طاغوت کی پیروی کے اندھیروں سے ولایت کے اجالے کی طرف راہنمائی بتایا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔[۲]

ترجمہ: وہی وہ ہے جو اپنے بندے پر کھلی ہوئی نشانیاں نازل کرتا ہے تاکہ تمہیں تاریکیوں سے نور کی طرف نکال کرلے آئے اور اللہ تمہارے حال پر یقینا مہربان و رحم کرنے والا ہے۔

مفسرین کے نزدیک، تاریکیوں سے کفر کی تاریکی اور نور سے نور ایمانی مراد ہے جو قرآنی ہدایت، فضل الٰہی اور توفیق پروردگار سے حاصل ہوتا ہے اور یہی ایمان، انسان کو قعر جہنم سے قرب الٰہی تک پہنچاتا ہے۔

---

۱- نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۶

۲- سورہ حدید، آیت ۹

قرآنی تعلیمات کفر، گمراہی اور جہالت کے اندھیروں کو چیر کر انسانی روح میں ایمان اور علم کا سورج روشن کرتی ہیں[1]۔

مولائے متقیان، حضرت علیؑ نے صاحبان تقویٰ مومنین اور قرآن کے شفا بخش ہونے کو یوں بیان کیا ہے:

أَمَّا اللَّيْلَ فَصَافُّونَ أَقْدَامَهُمْ تَالِينَ لِأَجْزَاءِ الْقُرْآنِ يُرَتِّلُونَهَا تَرْتِيلًا يُحَزِّنُونَ بِهِ أَنْفُسَهُمْ وَ يَسْتَثِيرُونَ بِهِ دَوَاءَ دَائِهِمْ فَإِذَا مَرُّوا بِآيَةٍ فِيهَا تَشْوِيقٌ رَكَنُوا إِلَيْهَا طَمَعاً وَ تَطَلَّعَتْ نُفُوسُهُمْ إِلَيْهَا شَوْقاً وَ ظَنُّوا أَنَّهَا نُصْبَ أَعْيُنِهِمْ وَ إِذَا مَرُّوا بِآيَةٍ فِيهَا تَخْوِيفٌ أَصْغَوْا إِلَيْهَا مَسَامِعَ قُلُوبِهِمْ وَ ظَنُّوا أَنَّ زَفِيرَ جَهَنَّمَ وَ شَهِيقَهَا فِي أُصُولِ آذَانِهِمْ۔

ترجمہ: اہل تقوی، راتوں کو نماز پڑھتے ہیں، غور و فکر اور ترتیل کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، قرآن سے اپنے دکھ اور درد کی دوا تلاش کرتے ہیں۔ جب کوئی ایسی آیت ان کے سامنے آتی ہے جس میں تشویق و ترغیب اور حوصلہ افزائی ہوتی ہے تو شوق و ذوق کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اسے پانے کی بے تابی سے رغبت رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جنت کی نعمتیں ان کی آنکھوں کے سامنے ہیں اور جب کسی ایسی آیت سے گذرتے ہیں جس میں خدا کا خوف ہو، تو دل سے اسے سنتے ہیں گویا جہنم کے شعلوں اور ان کے آپس میں ٹکرانے کی آواز ان کے کانوں میں گونج رہی ہے[2]۔

دینی و اعتقادی امراض کے علاج میں قرآن کا کردار اس تاریخی واقعہ میں خوب نمایاں ہے:

---

۱- فضل بن حسن طبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القرآن (ج ۹) ص ۳۴۹؛ تفسیر نمونہ (ج ۲۳) ص ۳۱۸

۲- نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۳

مصعب بن عمیر کو رسول اللہؐ نے اسد بن زرارہ کی درخواست پر مدینہ بھیجا۔انہوں نے یثرب کے سرداروں اور رہنماؤں کو اسلام کی دعوت دینے کا فیصلہ کیا۔ایک دن وہ ایک باغ میں داخل ہوئے جہاں پہلے سے ہی کچھ مسلمان موجود تھے۔بنی عبداللہ قبیلہ کے سرداروں میں سے سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر بھی وہیں موجود تھے۔ سعد بن معاذ نے اسید سے کہا کہ تلوار نکالو اور ان دونوں سے کہو کہ اسلام کی تبلیغ کرنا چھوڑ دیں، اپنی باتوں سے ہمارے سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ نہ دیں کیونکہ اسد بن زرارہ میرا خالہ زاد بھائی ہے، مجھے ننگی تلوار سے اس کا سامنا کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ غصہ سے لال پیلے چہرے اور ننگی تلوار کے ساتھ اسید نے ان دونوں کا راستہ روک لیا اور انتہائی سخت لہجہ میں اپنی بات ان کے سامنے رکھی۔

مصعب بن عمیر نے اسید سے کہا: کیا ہم ایک لمحہ کے لئے بیٹھ کر آپس میں بات کر سکتے ہیں؟ اگر آپ کو ہماری بات ناگوار خاطر لگے تو ہم جس راستے سے آئے ہیں اسی راستے سے لوٹ جائیں گے۔ اسید نے کہا: ٹھیک ہے،اس نے اپنی تلوار نیام میں رکھ لی اور ایک لمحہ کے لیے بیٹھ گیا۔

مصعب نے قرآن کریم کی چند آیات کی تلاوت کی۔ قرآن کی روشن حقیقت، اس کی دلکشی، جاذبیت، مٹھاس اور مصعب کے انداز بیان کی طاقت سے بے بس وہ کہنے لگا: مسلمان ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ دونوں نے کہا: اللہ کی وحدانیت کی گواہی دو، اپنے بدن اور کپڑوں کو دھو کر نماز پڑھو۔ اسید نے وہاں پر موجود پانی کے تالاب میں غسل کیا، اپنے کپڑے دھوئے اور شہادتین پڑھیں،اور سعد کے پاس جا کر سارا ماجرا بتایا کہ کیا ہوا تھا۔اب سعد بن معاذ خود، غصہ کے عالم میں، ان دونوں کو تبلیغ سے روکنے اور جان سے مار دینے کے لئے آگے بڑھے مگر وہ بھی مصعب کی مضبوط اور پختہ دلیلوں کے سامنے ٹک نہ سکے اور بالآخر مسلمان ہوگئے۔ نتیجتاً زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ پورے قبیلہ نے رسول اللہؐ کو دیکھے بنا ہی اسلام قبول کر لیا اور سب کے سب توحید کے محافظوں اور مدافعین میں شامل ہوگئے[1]۔

---

۱۔موسی کریمی، داستان قرآنی، تاثیرات شگرف قرآن کریم، مجلّہ بشارت، ص۴۱

## نتیجہ

بہر حال قرآن حکیم، انسان کی تمام جسمانی، روحانی، معنوی، دینی، اعتقادی اور اخلاقی بیماریوں کا علاج کرتا ہے: جہالت کو علم سے، شک کو یقین سے، غم کو سکون سے، خوف اور گھبراہٹ کو امید سے اور مستقبل کی فکر کو عزم واستقامت سے دور کرتا ہے۔ مؤمن کو قرآن کی شفاء بخش روشنی کی بدولت، مقام ولایت تک رسائی ہو جاتی ہے اور ولایت کے مرتبہ پر پہونچ کر انسان ہر غم سے نجات پالیتا ہے[۱]:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔

ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ کہ اولیائے خدا پر نہ خوف طاری ہوتا ہے اور نہ وہ محزون اور رنجیدہ ہوتے ہیں[۲]۔

---

۱- عبد اللہ، جوادی آملی، تفسیر موضوعی قرآن کریم (ج ۱) ص ۲۳۶

۲- سورہ یونس، آیت ۶۲

## منابع وماخذ


قرآن کریم

نہج البلاغہ

- ابوالفتوح رازی، **روض الجنان و روح الجنان فی تفسیر القران**، آستان قدس رضوی، بنیاد پژوہش ہای اسلامی، مشہد، ۱۳۶۶ش
- اکبر ہاشمی رفسنجانی، **فرہنگ قرآن**، انتشارات بوستان کتاب، قم، ۱۳۸۳ش
- جاراللہ زمخشری، **الکشّاف عن حقائق التنزیل**، انتشارات دار إحیاالتُراث العربی، بیروت
- جوادی آملی، **تفسیر موضوعی قرآن کریم**، نشراسراء، قم
- حسن مصطفوی، **التحقیق فی کلمات القرآن**، مرکز نشرآثارعلامہ مصطفوی، تہران، ۱۳۸۵ش
- راغب اصفہانی، **المفردات فی غریب القرآن**، دارالعلم، بیروت، ۱۴۱۲ق
- علی اکبر قرشی، **قاموس قرآن**، دارالکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۷۱ش
- فضل بن حسن طبرسی، **مجمع البیان فی تفسیر القرآن**، تحقیق و تصحیح فضل اللہ یزدی طباطبایی، انتشارات ناصرخسرو، تہران، ۱۳۷۲ش
- کاظم موسوی بجنوردی، **دایرۃالمعارف بزرگ اسلامی**، مرکز دایرۃالمعارف بزرگ اسلامی، تہران، ۱۳۶۹ش
- محمد باقر مجلسی، **بحارالانوار**، مؤسسہ الوفاء، بیروت، ۱۴۰۴ق
- محمد رضا روستا، **شفاخانہ قرآن**، انتشارات مہتاب، ۱۳۷۹ش
- محمود بن عبداللہ آلوسی، **روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم**، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ق
- مرتضی مطہری، **مجموعہ آثار**، انتشارات صدرا، تہران، ۱۳۷۶ش
- مرتضی مطہری، **سیری درسیرہ نبوی**، انتشارات صدرا، قم، ۱۳۸۶ش
- مہدی حجازی، علی رضا حجازی، **دررالاخبار**، دفتر مطالعات تاریخ و معارف اسلامی، قم ۱۴۱۹ق
- ناصر مکارم شیرازی وہمکاران، **تفسیر نمونہ**، دارالکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۷۴ش
- نعمت اللہ حسینی، **مردان علم درمیدان عمل**، دفتر انتشارات اسلامی، قم، ۱۳۷۱ش
- ہاشم بحرانی، **البرہان فی تفسیر القرآن**، دارالہادی، بیروت، ۱۴۱۲ق

# قرآن کریم کی عظمت اور ہماری ذمہ داریاں

**مولانا سید محمد حسنین باقری**

قرآن کریم دنیا کی وہ تنہا کتاب ہے جس کے ماننے والے متفقہ طور پر وقت نزول سے آج تک اس بات کے دعویدار ہیں کہ یہ تحریف سے محفوظ ہے اور وہی کتاب ہے جو ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خالق کائنات کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ پوری انسانی تاریخ میں کوئی بھی قوم آج اس بات پر متفق نہیں کہ اس کے پاس موجود کتاب مکمل طور پر تحریف سے محفوظ اور سو فیصدی الٰہی کلام ہے[1]۔

قرآن کریم کے کتاب الٰہی ہونے اور آج بھی تحریف سے محفوظ رہنے کے بے شمار عقلی و نقلی دلائل موجود ہیں لیکن طوالت سے بچنے کے لئے ہم ان سے صرف نظر کر رہے ہیں، جو بھی اس سلسلے میں تحقیق کرنا چاہتا ہے اس کے لئے کتابیں اور مضامین کثرت سے موجود ہیں[2]۔

قرآن ہی وہ کتاب ہے جو ہمیشہ سے سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔ اس کے ماننے والے اس کو پڑھتے ہی ہیں اور اغیار بھی کثرت سے اس کو پڑھتے اور سنتے ہیں۔ جرمن دانشور، شاعر اور ریاضی دان گوئٹے نے قرآن کے بارے میں کہا ہے:

---

۱۔ عدم تحریف قرآن کے سلسلہ میں مزید معلومات کے لئے مجلّہ راہ اسلام، شمارہ ۲۶۱ سے رجوع کیا جائے۔

"میں قرآن سے دور اور بالکل لاتعلق تھا۔ پادریوں نے مجھے ڈرا رکھا تھا، لیکن جب میں نے قرآن کو پڑھا تو دیکھا کہ یہی کتاب دنیا پر حکومت کر سکتی ہے اور سرانجام ایک دن یہ ہو کر رہے گا"۔[۱]

## قرآن مجید کے انسان ساز پیغامات

قرآن کتاب بشریت ہے۔ عالمین کے لئے ہدایت ہے[۲]؛ لوگوں کے لئے ہدایت ہے[۳]۔ اس الٰہی کتاب میں عالم انسانیت کے لئے بہت سے پیغامات موجود ہیں۔ یہ کتاب کسی گروہ سے مخصوص نہیں بلکہ اس میں تمام عالم انسانیت کے لئے پیغامات موجود ہیں اور وہ پیغامات ہیں جو انسان ساز اور انسانیت کو پروان چڑھانے والے ہیں۔ بعض آیات بطور نمونہ پیش ہیں:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۔

ترجمہ: اے پیغمبر آپ کہہ دیں کہ اہلِ کتاب آؤ ایک منصفانہ کلمہ پر اتفاق کرلیں کہ خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں۔ کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ آپس میں ایک دوسرے کو خدائی کا درجہ نہ دیں اور اس کے بعد بھی یہ لوگ منہ موڑیں تو کہہ دیجئے کہ تم لوگ بھی گواہ رہنا کہ ہم لوگ حقیقی مسلمان اور اطاعت گزار ہیں[۴]۔

---

۱۔ پنج گام، صفحہ ۲۰۰

۲۔ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ۔
ترجمہ: بیشک سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے وہ مکّہ میں ہے مبارک ہے اور عالمین کے لئے مجسم ہدایت ہے (سورہ آل عمران، آیت ۹۶)

۳۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ....۔
ترجمہ: ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت اور حق و باطل کے امتیاز کی واضح نشانیاں موجود ہیں۔ (سورہ بقرہ، آیت ۱۸۵)

۴۔ سورہ آل عمران، آیت ۶۴

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا۔

ترجمہ: اور اللہ کے بندے وہی ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے خطاب کرتے ہیں تو سلامتی کا پیغام دے دیتے ہیں[1]۔

❖

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔

ترجمہ: انسانو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تم میں شاخیں اور قبیلے قرار دیئے ہیں تا کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے اور اللہ ہر شے کا جاننے والا اور ہر بات سے باخبر ہے[2]۔

❖

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔

ترجمہ: بیشک اللہ عدل, احسان اور قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے اور بدکاری, ناشائستہ حرکات اور ظلم سے منع کرتا ہے کہ شاید تم اسی طرح نصیحت حاصل کرلو[3]۔

❖

---

۱۔ سورہ فرقان، آیت ۶۳
۲۔ سورہ حجرات، آیت ۱۳
۳۔ سورہ نحل، آیت ۹۰

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ؛الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔

ترجمہ: اور اپنے پروردگار کی مغفرت اور اس جنّت کی طرف سبقت کرو جس کی وسعت زمین وآسمان کے برابر ہے اور اسے ان صاحبان تقوی کے لئے مہیّا کیا گیا ہے جو راحت اور سختی ہر حال میں انفاق کرتے ہیں اور غصّہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے[۱]۔

❖

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ۔

ترجمہ: نیکی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی لہٰذا تم برائی کا جواب بہترین طریقہ سے دو کہ اس طرح جس کے اور تمہارے درمیان عداوت ہے وہ بھی ایسا ہو جائے گا جیسے گہرا دوست ہوتا ہے[۲]۔

❖

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ؛ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۔

ترجمہ: اور آپ کے پروردگار کا فیصلہ ہے کہ تم سب اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اگر تمہارے سامنے ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو خبردار ان سے اُف بھی نہ کہنا اور انھیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان سے ہمیشہ شریفانہ گفتگو کرتے رہنا۔ اور ان کے لئے خاکساری

---

۱۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۳۳-۱۳۴

۲۔ سورہ فصلت، آیت ۳۴

کے ساتھ اپنے کاندھوں کو جھکا دینا اور ان کے حق میں دعا کرتے رہنا کہ پروردگار اُن دونوں پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح کہ انھوں نے بچپنے میں مجھے پالا ہے[۱]۔

## قرآن کریم کے بعض خصوصیات

قرآن کریم بے شمار خصوصیات کا حامل ہے۔اس کی تمام خوبیوں اور خصوصیات کو بیان کرنا ناممکن ہے۔ یہاں پر ان میں سے بعض کی جانب اشارہ کیا جارہا ہے:

- ❖ قرآن کریم ہی وہ الٰہی کتاب ہے جو آج تک تحریف سے محفوظ ہے۔
- ❖ قرآن کریم صرف اور صرف ایک معبود اور خدائے واحد کی بات کرتا ہے۔
- ❖ قرآن کریم تمام عالم بشریت کے لئے ہدایت ہے۔
- ❖ قرآن کریم انسانیت کو پروان چڑھانے کا ذریعہ ہے۔
- ❖ قرآن کریم کی تعلیمات میں ظلم وظالمین کا خاتمہ ہے۔
- ❖ قرآن کریم دنیا سے ہر طرح کے فتنہ وفساد کے خاتمہ کا پیغام دیتا ہے۔
- ❖ قرآن کریم سماج کو ہر طرح کی برائی سے پاک وصاف دیکھنا چاہتا ہے۔
- ❖ قرآنی تعلیمات میں مستکبرین واستعماری طاقتوں کے خاتمہ کا نسخہ موجود ہے۔
- ❖ قرآن ایک صالح معاشرہ کا تصور پیش کرتا ہے۔
- ❖ قرآن مجید عالمی امن وامان کا پیغام دیتا ہے۔
- ❖ قرآن کی نظر میں حکومت عدل وانصاف ہی دنیا میں قائم ہونا چاہیے۔
- ❖ قرآن باطل کے چہرے کو آشکار کرتا ہے۔

---

۱۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۲۳-۲۴

## قرآن کریم کے بعض خصوصیات آیات قرآنی کی روشنی میں

۱۔اس میں کسی طرح کا شک وشبہہ نہیں ہے

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ ۔ترجمہ: یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔[۱]

۲۔ متقین کے لئے ہدایت

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ۔ ترجمہ: یہ صاحبانِ تقویٰ اور پرہیز گار لوگوں کے لئے مجسم ہدایت ہے[۲]۔

۳۔ مومنین کے لئے بشارت وخوشخبری

وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ ۔ترجمہ: اور یہ قرآن صاحبان ایمان کو بشارت دیتا ہے[۳]۔

۴۔ سیدھے راستے کی طرف ہدایت

إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ۔

ترجمہ: بے شک یہ قرآن اس راستہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے[۴]۔

۵۔ مومنین کے لیے شفاء اور رحمت

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ۔

ترجمہ: اور ہم قرآن میں وہ سب کچھ نازل کررہے ہیں جو صاحبان ایمان کے لئے شفاء اور رحمت ہے[۵]۔

---

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۲

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۲

۳۔سورہ بنی اسرائیل، آیت ۹

۴۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۹

۵۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۸۲

۶۔ایسا معجزہ جس کا کوئی بدل نہیں

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اگر انسان اور جنات سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں تو بھی نہیں لاسکتے چاہے سب ایک دوسرے کے مددگار اور پشت پناہ ہی کیوں نہ ہو جائیں[1]۔

۷۔ سورہ واقعہ میں سلسلہ وار متعدد خصوصیات کا تذکرہ ہے

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ؛ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ؛ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ؛ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ؛ أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ۔

ترجمہ: یہ بڑا محترم و مکرم قرآن ہے جسے ایک پوشیدہ کتاب میں رکھا گیا ہے۔اسے پاک و پاکیزہ افراد کے علاوہ کوئی چھو بھی نہیں سکتا ہے۔یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔تو کیا تم لوگ اس کلام سے انکار کرتے ہو[2]۔

مذکورہ اوصاف اور دیگر بہت سے اوصاف کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر شخص پر لازم ہے کہ اس کتاب الٰہی کی عظمت کو سمجھے اور اس سے بہتر طریقے پر استفادہ کرے۔

---

۱۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۸۸

۲۔ سورہ واقعہ، آیات ۷۷ تا ۸۱

## قرآن کریم کے اہداف و مقاصد

مذکورہ بالا بعض خصوصیات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم کے اہداف و مقاصد بہت بلند ہیں جن میں سے بعض کو قرآن کی روشنی میں پیش کیا جاسکتا ہے:

### ۱۔ اختلافی مسائل کی تبیین

وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ۔

ترجمہ: اور ہم نے آپ پر کتاب صرف اس لئے نازل کی ہے کہ آپ ان مسائل کی وضاحت کردیں جن میں یہ اختلاف کئے ہوئے ہیں۔[۱]

### ۲۔ تعقل و تفکر کرنا

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔[۲]

ترجمہ: ہم نے اسے عربی قرآن بناکر نازل کیا ہے کہ شاید تم لوگوں کو عقل آجائے۔

### ۳۔ لوگوں کی باطنی و روحانی بیماریوں کا علاج

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ۔

ترجمہ: ایُّھا النَّاس! تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی شفا کا سامان اور ہدایت اور صاحبانِ ایمان کے لئے رحمت قرآن آچکا ہے[۳]۔

---

۱۔ سورہ نحل، آیت ۶۴
۲۔ سورہ یوسف، آیت ۲
۳۔ سورہ یونس، آیت ۵۷

۴۔ تاریکی سے نور کی طرف لانا

الر ۚ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ۔

ترجمہ: الر - یہ کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو حکم خدا سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں اور خدائے عزیز و حمید کے راستے پر لگادیں[۱]۔

۵۔ صراط مستقیم اور امن وامان والے راستے کی طرف ہدایت

قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔

ترجمہ: تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے۔ جس کے ذریعہ خدا اپنی خوشنودی کا اتباع کرنے والوں کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت کرتا ہے اور انہیں تاریکیوں سے نکال کر اپنے حکم سے نور کی طرف لے آتا ہے اور انہیں صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے[۲]۔

۶۔ لوگوں کے درمیان الٰہی قوانین کی حاکمیت

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ۔

ترجمہ: ہم نے آپ کی طرف یہ برحق کتاب نازل کی ہے کہ لوگوں کے درمیان حکم خدا کے مطابق فیصلہ کریں[۳]۔

---

۱۔ سورہ ابراہیم، آیت ۱
۲۔ سورہ مائدہ، آیت ۱۵ و ۱۶
۳۔ سورہ نساء، آیت ۱۰۵

۷۔ لوگوں میں تقویٰ وپرہیزگاری پیدا کرنا

قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ۔

ترجمہ: یہ عربی زبان کا قرآن ہے جس میں کسی طرح کی کجی نہیں ہے شاید یہ لوگ اسی طرح تقویٰ اختیار کرلیں[1]۔

البتہ مذکورہ اہداف کے محقق ہونے کے لئے بنیادی شرط انسان کی باطنی و قلبی تیاری ہے۔ اگر یہ نہیں ہے تو سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہیں ہوگا:

وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا۔

ترجمہ: اور ظالمین کے لئے خسارہ میں اضافہ کے علاوہ کچھ نہ ہوگا[2]۔

یقینی طور پر قرآن کریم کی حقیقت دنیا وآخرت کی سعادت و خوشبختی ہے اور اگر کوئی بھی اس کتاب سعادت سے اپنی ذاتی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے صحیح طور پر فائدہ اٹھائے تو دنیا وآخرت کی سعادت حاصل کرے گا۔

**قرآن سے تمام برائیوں کا علاج**

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ (ص) يَقُولُ أَتَانِي جَبْرَئِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِكَ فِتْنَةٌ قُلْتُ فَمَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا فَقَالَ كِتَابُ اللهِ فِيهِ بَيَانُ مَا قَبْلَكُمْ مِنْ خَيْرٍ وَ خَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَ حُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا :

جبرئیل امین میرے پاس آئے اور کہا: یا نبی اللہ! عنقریب فتنے آپ کی امت کو گھیر لیں گے۔ میں نے کہا: ان سے نجات کا راستہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا کہ کتاب خدا (قرآن) جس میں گذشتہ اور آپ کے بعد آنے والوں کی خبریں موجود ہیں۔

---

۱۔ سورہ زمر، آیت ۲۸ ۲۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۸۲

امیر المومنینؑ سے منقول ایک روایت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے:

فَإِنَّ فِيهِ شِفَاءً ؛ یقیناً اس قرآن میں شفاء ہے۔ مِنْ أَكْبَرِ الدَّاء ؛ بڑے امراض و دردوں کے لئے اور بڑے امراض ہیں: أَلْكُفْرُ ، وأَلنِّفَاقُ ، وأَلْغَيُّ، والضَّلالُ، کفر و نفاق، گمراہی اور انحراف[1]۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا :

إِنْ أَرَدْتُمْ عَيْشَ السُّعَدَاءِ وَ مَوْتَ الشُّهَدَاءِ وَ النَّجَاةَ يَوْمَ الْحَسْرَةِ وَ الظِّلِّ يَوْمَ الْحَرُورِ وَ الْهُدَى يَوْمَ الضِّلَالَةِ — فَادْرُسُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ كَلَامُ الرَّحْمَنِ وَ حِرْزٌ مِنَ الشَّيْطَانِ وَ رُجْحَانٌ فِي الْمِيزَانِ۔

ترجمہ: اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری زندگی و موت شہدا کی طرح ہو اور تم قیامت کے دن نجات پاؤ تو قرآن پڑھو اس کی پناہ اختیار کرو اس لئے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور نامہ عمل کو وزنی کرتا ہے اور شیطان سے محفوظ رکھتا ہے[2]۔

امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: خدا کو نہیں دیکھا جاسکتا لیکن اس کے کلام کو سنا جاسکتا ہے:

فَتَجَلَّى لَهُمْ سُبْحَانَهُ فِي كِتَابِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا رَأَوْهُ بِمَا أَرَاهُمْ مِنْ قُدْرَتِهِ۔
خداوند عالم اس قرآن میں اپنے بندوں کے لئے تجلی کرتا ہے[3]۔

---

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۷۶
۲۔ محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، ج ۸۹، ص ۱۷۹
۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۷

## قرآن کریم کی بہ نسبت ہماری بعض ذمہ داریاں

### ۱۔ قرآن سیکھنا

حضرت محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وعَلَّمَهُ۔

ترجمہ: تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے[۱]۔

امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

وَ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الْحَدِيثِ وَ تَفَقَّهُوا فِيهِ فَإِنَّهُ رَبِيعُ الْقُلُوبِ وَ اسْتَشْفُوا بِنُورِهِ فَإِنَّهُ شِفَاءُ الصُّدُورِ وَ أَحْسِنُوا تِلاَوَتَهُ فَإِنَّهُ أَنْفَعُ الْقَصَصِ وَ إِنَّ الْعَالِمَ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمِهِ كَالْجَاهِلِ الْحَائِرِ الَّذِی لاَ يَسْتَفِيقُ مِنْ جَهْلِهِ بَلِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ أَعْظَمُ وَ الْحَسْرَةُ لَهُ أَلْزَمُ وَ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ أَلْوَمُ۔

ترجمہ: قرآن مجید کا علم حاصل کرو کہ یہ بہترین کلام ہے اور اس میں غور و فکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے۔ اس کے نور سے شفا حاصل کرو کہ یہ دلوں کے لئے شفا ہے اور اس کی با قاعدہ تلاوت کرو کہ یہ مفید ترین قصوں کا مرکز ہے۔

اور یاد رکھو کہ اپنے علم کے خلاف عمل کرنے والا عالم بھی حیران و سر گردان جاہل جیسا ہے جسے جہالت سے کبھی افاقہ نہیں ہوتا ہے بلکہ اس پر حجت خدا زیادہ عظیم تر ہوتی ہے اور اس کے لئے حسرت و اندوہ بھی زیادہ لازم ہوتا ہے اور وہ بارگاہ الٰہی میں زیادہ قابل ملامت ہوتا ہے[۲]۔

---

۱۔ متقی ہند، علی، کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال، ص۲۳۵۱، ۲۳۵۴

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۱۰

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

يَنۡبَغِي لِلۡمُؤۡمِنِ أَنۡ لَا يَمُوتَ حَتَّى يَتَعَلَّمَ الۡقُرۡآنَ أَوۡ يَكُونَ فِي تَعَلُّمِهِ۔

ترجمہ: مومن کے لئے مناسب ہے کہ وہ اس وقت تک نہ مرے جب تک کہ وہ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرلے یا حاصل کر رہا ہو[1]۔

## ۲۔ تلاوت قرآن

رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے:

أَفۡضَلُ الۡعِبادَةِ قِراءَةُ الۡقُرآنِ۔

ترجمہ: قرآن مجید کی تلاوت سب سے بہترین عبادت ہے۔[2]

نیز ارشاد فرمایا:

وَعَلَيۡكَ بِتِلَاوَةِ الۡقُرۡآنِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ۔

ترجمہ: ہر حال میں قرآن کی تلاوت کرنی چاہیے۔[3]

## ۳۔ قرآن کی تلاوت سننا

وَإِذَا قُرِئَ الۡقُرۡآنُ فَاسۡتَمِعُوا لَهُ وَأَنۡصِتُوا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُونَ۔

ترجمہ: اور جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو خاموش ہو کر غور سے سنو کہ شاید تم پر رحمت نازل ہو جائے[4]۔

---

۱۔ بحار الأنوار، جلد ۸۹، صفحہ ۱۸۹

۲۔ حر عاملی، وسائل الشیعۃ إلی تحصیل مسائل الشریعۃ، ج ۴، ص ۸۲۵ باب ۱، ح ۱۰؛ طبرسی، فضل بن حسن، مجمع البیان فی تفسیر القرآن ج ۱، ص ۸۷۱۵

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۴، ص ۸۳۹، باب ۱۱، ح ۱؛ بحار الأنوار، ج ۴۷، ص ۷۰، باب ۳، ح ۹۰۸

۴۔ سورہ اعراف، آیت ۲۰۴

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ استَمَعَ إلی آیَةٍ مِن کتابِ الله کُتِبَت لَهُ حَسَنة مُضاعَفة ، ومَن تَلا آیَةً مِن کتابِ الله کانَت لَهُ نورا یَومَ القِیامَةِ۔

ترجمہ: جو بھی ایک آیت قرآنی کو سنے تو اس کے لئے بہت زیادہ ثواب ہے اور جو بھی قرآن کی تلاوت کرے تو یہ قیامت کے دن اس کے لئے نور قرار پائے گا۔[۱]

اسی طرح رسول اکرمؐ سے روایت ہے:

قَارِی الْقُرآنِ وَ الْمُستَمِعُ فِی الْاَجْرِ سَوَاء۔

ترجمہ: قرآن پڑھنے والا اور اس کو سننے والا اجر میں برابر ہیں۔[۲]

## ۴۔ قرآن میں تدبر اور غور وفکر

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ۔

ترجمہ: یہ ایک مبارک کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور صاحبانِ عقل نصیحت حاصل کریں۔[۳]

حضرت علیؑ نے فرمایا:

أَلاَ لَا خَیرَ فِی قِراءةٍ لَیسَ فِیها تَدَبُّرٌ۔

ترجمہ: آگاہ رہو کہ اس قرائت میں کوئی خیر و بھلائی نہیں جس میں غور وفکر نہ ہو۔[۴]

نیز فرمایا: تَدَبَّرُوا آیاتِ القرآنِ واعتَبِرُوا به؛ فإنه أبلغُ العِبَرِ۔ ترجمہ: قرآنی آیات میں تدبر و غور وفکر کرو، اس سے عبرت حاصل کرو اس لئے کہ وہ سب سے بہتر عبرت والی چیز ہے۔[۵]

---

۱۔ کنز العمّال، ۲۳۱۶؛ منتخب میزان الحکمہ، ۴۶۰

۲۔ میرزا حسین نوری طبرسی، مستدرک الوسائل، ج۱، ص۲۹۳

۳۔ سورہ ص، آیت ۲۹

۴۔ صدوق، ابو جعفر، معانی الاخبار، ص۲۶۶؛ کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج۱، ص۳۶؛ حسن بن محمد دیلمی، اعلام الدین فی صفات المؤمنین، ص۱۰۰

۵۔ جمال الدین محمد خوانساری، شرح غرر الحکم و درر الکلم، ج۳، ص۲۸۴

## ۵۔ قرآن پر عمل

وَهٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ۔

ترجمہ: اور یہ کتاب جو ہم نے نازل کی ہے یہ بڑی بابرکت ہے لہٰذا اس کی اتباع کرو[۱]۔

## منابع و مآخذ

قرآن کریم
نہج البلاغہ
- جمال الدین محمد خوانساری، **شرح غرر الحکم و درر الکلم**، دانشگاہ تہران، ۱۳۶۶
- حر عاملی، **وسائل الشیعۃ إلی تحصیل مسائل الشریعۃ**، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۱
- حسن بن محمد دیلمی، **اعلام الدین فی صفات المؤمنین**،
- صدوق، ابو جعفر، **معانی الاخبار**، انتشارات اسلامی، قم، ۱۳۶۱ش
- طبرسی، فضل بن حسن، **مجمع البیان فی تفسیر القرآن**، دار العلوم، بیروت
- کلینی، محمد بن یعقوب، **الکافی**، تصحیح: علی اکبر غفاری، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۳ش
- متقی ہند، علی، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۵ق
- محمد باقر مجلسی، **بحار الانوار**، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۳
- میرزا حسین نوری طبرسی، **مستدرک الوسائل**، مکتبہ الاسلامیہ، تہران، ۱۳۸۲ق

---

۱۔ سورہ انعام، آیت ۱۵۵

# توہین قرآن

مولانا احمد رضا رضوی زرارہ

**خلاصہ**

چودہ سو سال پہلے سرزمین عرب پہ انسانیت جس بدحالی و بے حسی کی زندگی گذار رہی تھی اس کا ذکر انسانیت کے دامن پہ بدنما داغ کی طرح آج بھی تاریخ میں موجود ہے۔ جہاں ظلم و تبعیض کو ہی عین عدل سمجھا جاتا تھا۔ نظام ظلم و جہل و شرک کا سایہ اتنا دبیز تھا کہ حقیقت اور حقانیت نظر ہی نہیں آرہی تھی اور اس سے بدتر یہ کہ قبیلہ پرستی نے اس ماحول کو بد سے بدتر کردیا تھا۔ اس دور کا انسان قبیلے کے ٹھیکیداروں کے اشارے پر زندگی گذار رہا تھا۔ جب ہر طرف یاس و ناامیدی سایہ فگن تھی اور کہیں سے امید کا چراغ روشن نہیں نظر آرہا تھا۔ اسی ماحول میں ایک شریف خاندان میں ایک شخص نے آنکھ کھولی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اس تاریک ماحول کو بدلنے کی ٹھان لی۔ یہ کوئی اور نہیں خدا کی طرف سے بھیجا ہوا آخری نبی تھا اور وہ اپنے ساتھ ایک خوشحال اور آزاد زندگی گذارنے کا مکمل نصاب قرآن کی صورت میں ساتھ لایا تھا اور اس نے آتے ہی اس تاریک دور کی چادر کو لپیٹ دیا اور فکر غلامی سے لوگوں کو آزاد کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دن سے لیکر آج تک مختلف انداز سے اس کتاب کی حیثیت کو ختم کرنے کی کوشش جاری رہی اور جب اس میں ناکام ہوئے تو مختلف انداز سے اس کتاب حیات بخش کی توہین کرنے لگے۔ اگرچہ یہ ایسا ہی ہے جیسے سورج کو چراغ دکھایا جائے یا بلندی کی طرف لعاب دہن پھینکا جائے۔ مختصر یہ کہ ”پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا“۔

**کلیدی الفاظ**: توہین، قرآن، یورپ، مستشرق

## مقدمہ

قرآن انسانیت سازی کی ایک مکمل دستاویز ہے جس میں ایک مکمل زندگی کے تمام اصول وضوابط موجود ہیں۔ رسول خداؐ نے اپنی نبوت کے اثبات کے لئے متعدد معجزے پیش کئے مگر آپ کا جو جاودانی معجزہ ہے اس کا نام قرآن ہے۔ اس لئے کہ اس کتاب میں ہر دور کے لئے اصول و قوانین موجود ہیں۔ انبیاء ماسبق کے صحیفے ان کے اپنے دور تک محدود رہے مگر چونکہ آپؐ کا دین عالمی دین تھا لہٰذا آپ کی کتاب بھی عالمی اصول و ضوابط کا مجموعہ ہے جسے خود مستشرقین نے بھی قبول کیا ہے لہٰذا یوروپین مستشرق گوسٹالی بون اس سلسلے میں کہتا ہے کہ قرآن ایک فصیح ترین کتاب کا نام ہے اور آسمانی کتابوں میں اس کا کوئی نظیر نہیں ہے۔[۱]

تھامس کارلایل کے قول کے مطابق جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وحی آسمانی کے علاوہ اس کتاب میں کلمات کی نشست و برخاست اور فصاحت و بلاغت کا کوئی جواب نہیں ہے۔ حق ہے کہ یہ کہا جائے تمام صحف و کتب آسمانی قرآن کے سامنے ناچیز ہیں۔ یہ کتاب تمام نقص و عیب سے پاک و مبراء ہے[۲]۔ آج جو قرآن کی مخالفت ہو رہی ہے وہ صرف اور صرف تعصب کی بناء پر ہو رہی ہے جس کی بہت سی وجوہات ہیں جن کا ذکر ہم آئندہ کریں گے۔

ماہ رمضان بہار قرآن کا مہینہ ہے جیسا کہ امام محمد باقرؑ کا ارشاد گرامی ہے:

لِكُلِّ شَيْءٍ رَبِيعٌ وَ رَبِيعُ الْقُرْآنِ شَهْرُ رَمَضَانَ۔ ترجمہ: ہر چیز کے لئے بہار ہے اور قرآن کی بہار ماہ رمضان ہے[۳]۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ قرآن سال بھر طاق کی زینت بنا رہے اور ماہ رمضان میں ہم اس کی تلاوت کرلیں۔ مگر افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج ہمارے درمیان قرآن مہجور ہے جس کا شکوہ خود رسول اکرمؐ نے بھی کیا ہے:

---

۱۔ گوسٹالی بون، تمدن اسلام و عرب، ۱۳۲

۲۔ جہاں بخش ثواقب، رؤیارویی غرب با اسلام، ص ۳۵۴

۳۔ سید ابن طاؤوس، ثواب الاعمال، ج ۱، ص ۱۲۹؛ کلینی، اصول کافی، ج ۲، ص ۶۲۷

يَارَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْ اهَذَاالقُرآنَ مَهْجُوراً ۔ترجمہ: اوراس دن رسول آوازدے گا کہ خدایا میری قوم نے قرآن کو نظرانداز کردیا ہے[۱]۔

البتہ یہ بات بھی یادرہے کہ نظراندازنہ کردینے کے معنی تلاوت کرنا یاحافظ بن جانا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب زندگی کے تمام شعبوں میں قرآن کی بالادستی ہے۔ ہم لاکھ تلاوت کرتے رہیں، حافظ بن جائیں مگر فرامین قرآن کو نظرانداز کردیں تو یہ بھی قرآن کی مہجوریت ہے۔ اورآج ہم کم ازکم ماہ رمضان میں تلاوت کر کے سوچتے ہیں کہ ہم نے قرآن کا حق اداکردیا ہے تو یہ ایک غلط فکر ہے۔ آج مسلمان کی پسماندگی اور ذلت کی اہم ترین وجہ یہی ہے کہ رسول خداؐ دو چیزیں چھوڑ کر گئے تھے جو قیامت تک ہماری رہنمائی کیلئے کافی تھیں مگر ہم نے دونوں کو ہی کما حقہ نہیں لیا۔

اگر ہم غور کریں تو ہم بھی توہین قرآن کے مرتکب ہورہے ہیں اورشاید دشمنوں سے زیادہ توہین قرآن کررہے ہیں جس کا ذکر ہم انشاء اللہ کریں گے۔

**توہین کے معنی**: برابھلا کہنا۔ گالی دینا۔ حقیر سمجھنا (المنجد مادہ ھ و ن ، ھون)[۲] ذلیل سمجھنا یا ذلیل کرنا۔

**اقسام توہین**: قرآن مجید اور روایات معصومینؑ اور اخلاق سے متعلق کتابوں میں توہین کی مختلف قسمیں بیان کی گئی ہیں ۔مثلاً: مومن کی غیبت ، افتراء، مذاق اڑانا، برے القاب سے ایک دوسرے کو یاد کرنا یاہر وہ اشارہ، کنایہ، آواز جس کے ذریعہ کسی کو حقیر و ذلیل کرنا مقصود ہو۔ مختصر یہ کہ ہر وہ کام جو کرامت انسانی کے خلاف ہو توہین ہے۔[۳]

---

۱۔ سورہ فرقان، آیت ۳۰

۲۔ محمد محی الدین ، عبد المجید ، المختار من صحاح اللغۃ، ص ۵۵۶ ؛ جبران مسعود الرائد ، الرائد، ج ۲، ص ۱۸۳۶، راغب اصفہانی، مفردات راغب، ص ۷۳۳

۳۔ سورہ حجرات آیت ۱۱۔۱۲ ؛ سورہ نحل، آیت ۱۰۵؛ سورہ یونس آیت ۶۹؛ دستغیب شیرازی گناہان کبیرہ، ج ۲، ص ۴۰۵

**مراتب اہانت:** یقیناً تمام اقسام اہانت کے مراتب اور درجات ایک نہیں ہیں بلکہ کرامت و قداست کے اعتبار سے اہانت کے مختلف مراتب ہیں تو کیااس کے لئے ہمارے پاس کوئی پیمانہ یامعیار ہے کہ جس سے ہم مراتب اہانت کی درجہ بندی کر سکیں۔ یقیناً ہمارے پاس پیمانہ موجود ہے۔اس کیلئے سب سے بڑا پیمانہ تو یہی ہے کہ جس کی اہانت کی جارہی ہے اس کا مقام و مرتبہ کیاہے۔ جتنامقام بلند ہوگا توہین کادرجہ اسی اعتبار سے دیکھاجائے گا،چاہے توہین بظاہر بہت کم ہی کیوں نہ ہو۔ امام صادقؑ نے رسولؐ خدا سےایک روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"اگر کسی نے ہمارے کسی دوست کی اس لئے توہین کی کہ وہ ہمارادوست ہے گویا اس نے مجھ سے جنگ کااعلان کیاہے"۔[1]

یعنی حرمت رسول خداؐ بالاترین حرمت ہے۔اگر کوئی کسی مسلمان کی اس لئے توہین کرتاہے کہ وہ مسلمان ہے تو یہ دراصل رسول خداؐاور خدا کی توہین ہے لہٰذااس توہین کادرجہ بلندترین درجہ ہے اوراس کی سزا بھی اسی اعتبار سے ہوگی۔

**قرآن کی توہین:** گذشتہ بحث کے بعد اب یہاں ہم اہانت قرآن کے سلسلے میں گفتگو کریں گے کہ قرآن کی اہانت کے مصادیق ظاہری اعتبار سے اور باطنی اعتبار سے کیا ہیں۔

آیت اللہ دستغیبؒ فرماتے ہیں کہ:

"قرآن کی اہانت حرام اورگناہ کبیرہ ہے اوراگر قرآن کی اہانت دین کی اہانت سمجھی جائے تواہانت کرنے والا مرتد ہوجائے گا"۔[2]

مراجع کرام کے رسالے میں بھی اس سلسلے میں فتاویٰ موجود ہیں کہ قرآن کو نجس کرنا،بغیر وضو کے مس کرنا وغیرہ حرام ہے لہٰذااب نتیجہ یہ ہوگا کہ قرآن کااحترام واجب اوراس کی اہانت حرام ہے۔

---

۱۔ کافی،ج۳،ص۳۵۱،ح۳

۲۔ گناہان کبیرہ،ج۲،ص۴۰۵

قرآن مجید کی آج جو ہمارے معاشرے میں اہانت ہو رہی ہے یعنی خود مسلمان تمام تر احترام کے باوجود جو اہانت کا مرتکب ہو رہا ہے اگرچہ ظاہری اعتبار سے وہ اہانت نہیں سمجھی جا رہی ہے مگر وہ قرآن کی سب سے بڑی اہانت ہے۔

آیۃ اللہ مصباح یزدی مرحوم فرماتے ہیں:

> آج ہم سب قرآن کی اہانت پر غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں اور کرنا بھی چاہئے، ہر مسلمان کو اس فعل قبیح سے تکلیف ہوئی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ قرآن کی توہین کیا ہے؟ یعنی قرآن کے اوراق، قرآن کی جلد، یقیناً ان کی بے حرمتی توہین ہے مگر آج ہم اس سے بڑی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اسے توہین بھی نہیں مان رہے ہیں۔ ہم احکام قرآن کو اہمیت نہیں دے رہے ہیں۔
>
> ہم اس کے فرامین پر عمل نہیں کر رہے ہیں اور پھر ہماری توقع یہ ہے کہ دشمنان دین و مذہب ہمارے قرآن کی عزت کریں۔ کیا قرآن کا احترام صرف یہ ہے کہ اس کو پڑھ لیں اور اس کو چوم لیں لیکن اس کے احکام نافذ نہ ہوں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج ہمارے ہی معاشرے میں بہت سے افراد جو دین شناس بھی ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ قرآنی احکام چودہ سو سال پہلے کیلئے تھے، آج دنیا ترقی کر چکی ہے وہ احکام عملدرآمد کے قابل نہیں ہیں۔ اس قسم کے نظریات کے بعد ہم اس بات کی توقع رکھیں کہ ہمارا دشمن قرآن کا احترام کرے گا، ہرگز نہیں۔[۱]

ظاہری اعتبار سے بھی ہم قرآن سے بہت زیادہ منسلک نہیں ہیں۔ کچھ خاص مواقع کے علاوہ ہم قرآن کی تلاوت سے بھی شاید دور ہیں۔ ہمارے یہاں کسی کی موت ہو گئی تو قرآن یاد آیا، تعویذ گنڈے کیلئے قرآن کو استعمال کیا، ماہ رمضان آیا تو ایک مہینے کے لئے قرآن کھل گیا مگر ان سب کے باوجود مفاہیم واحکام و فرامین قرآن پر کوئی عمل نہیں کرتا۔

---

۱۔ مجلس خبرگان رہبری، خطاب ۱۳۸۹

مولائے کائناتؑ نے متعدد مقامات پر افسوس کرتے ہوئے قرآن کی مہجوریت پر آنسو بہائے ہیں۔ آپؑ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ قَدْ مَنَعُونِی مٰا فِیْہِ فَاعْطِنِی مَافِیْہ۔

ترجمہ: خدایا جو کچھ اس قرآن میں ہے لوگوں نے اس سے مجھے دور کر دیا لہٰذا جو کچھ اس قرآن میں ہے وہ مجھے عطا فرما[1]۔

ایک دوسرے مقام پر شکوہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان لوگوں کے بارے میں خدا سے شکایت کروں گا جو قرآن کے ہوتے جہالت کی زندگی گذارتے ہیں اور جہالت میں مر جاتے ہیں جب کہ ہمارے درمیان قرآن جیسی عظیم حیات بخش کتاب موجود ہے۔ وہ کتاب جس میں نجات وخوشبختی کے تمام اسباب فراہم ہیں"۔[2]

امام علیؑ اپنی نگاہ امامت سے دیکھ رہے تھے کہ صرف آپ کے دور میں ہی نہیں بلکہ آئندہ بھی لوگ قرآن سے دور ہو جائیں گے لہٰذا آپ فرماتے ہیں:

"میرے بعد ایک وہ دور آنے والا ہے جب قرآن اور قرآن والوں کو معاشرے میں فراموش کر دیا جائے گا۔ حق پوشیدہ اور باطل نمایاں ہوگا۔ اللہ ورسولؐ پر افتراء پردازی کا دور ہوگا۔ اس زمانے والوں کے نزدیک قرآن سے زیادہ کوئی چیز بے قیمت نہیں ہوگی اور قرآن کا بار اٹھانے والے اسے پھینک کر الگ ہو جائیں گے اور حفظ کرنے والے اس کی تعلیم بھلا بیٹھیں گے جب کہ اہل قرآن بے گھر اور بے در ہوں گے، انھیں کوئی پناہ دینے والا نہ ہوگا"۔[3]

---

۱۔ الغارات، ج ۲، ص ۳۱۷

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷

۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۷

اگر اس خطبے کو دیکھا جائے تو بالکل واضح ہو جائے گا کہ مولائے کائنات آج کے دور کی تصویر پیش کر رہے ہیں جہاں حافظ قرآن تو ملیں گے، قاری قرآن کی تو بہتات ہوگی مگر معارف و تعلیمات قرآن پر عمل کرنے والے کم ہوں گے۔

آیۃ اللہ مصباح یزدی اسی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ یہ قرآن کی توہین نہیں تو اور کیا ہے اور شاید قرآن سوزی سے زیادہ توہین ہو۔

اب آیئے آج کل جو توہین قرآن کا ایک سلسلہ یورپ وامریکہ وغیرہ میں شروع ہوا اس کی طرف ایک نظر ڈال لیں۔ یوں تو توہین قرآن اور توہین مذہب اسلام کا سلسلہ کافی پرانا ہے مگر آج کل پھر سے یہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔

## توہین قرآن کے اسباب

### ا۔ دین اسلام کی بڑھتی مقبولیت

دنیاوالوں نے بہت چاہا کہ اسلام نہ پھیلنے پائے مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ وعدہ الٰہی دن بدن اپنی آخری منزل کی طرف بڑھ رہا ہے اور دنیاوالوں کی سب سے بڑی پریشانی ہی یہ ہے کہ وہ تمام تر کوششوں کے باوجود اسلام کو پھیلنے سے نہیں روک پا رہے ہیں۔ گذشتہ دو دہائیوں سے دشمن مختلف انداز سے اسلام کے چہرے کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ کبھی اسلام کے نام سے دہشت گردی کو جوڑا گیا اور مختلف گروہ بنائے گئے جنہوں نے اسلام کے نام پر ایسے ایسے اقدام کئے جن سے آج بھی انسانیت شرمندہ ہے۔ دشمنوں نے یہ سوچا تھا کہ ہم ان حربوں سے اسلام کی دن دونی رات چوگنی توسیع پر روک لگادیں گے مگر معاملہ بالکل برعکس ہو گیا اور لوگوں میں بالخصوص نئی نسل کے جوان و نوجوان میں اسلام شناسی کا جذبہ اور بڑھا اور جس نے بھی تعصب کی عینک اتار کر اس کا مطالعہ کیا وہ اسلام کا گرویدہ ہو گیا۔

گذشتہ چند سالوں سے حضرت آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای نے مبلغین کو ایک نئی راہ دکھائی اور آپ نے تاکید فرمائی کہ اسلام کی صحیح طریقے سے وضاحت کی جائے۔ دشمنوں نے وسیع پیمانے پر اسلام

کو بدنام کرنے کی جو کوشش کی تھی رہبر معظم انقلاب نے اس تدبیر سے اس کو بالکل برعکس کردیا اورآپ نے اس مسئلہ کی وضاحت کو جہاد سے تعبیر کیا کہ اس دور میں جنگ، اسلحوں کی نہیں تبیین کی ہے لہٰذا آپ نے فرمایا جہاد تبیین سے کام لیا جائے۔

بہر حال آج یورپ وامریکہ میں جو اسلام و قرآن کی توہین کی جارہی ہے اس کا اصل ہدف اسلام کو پھیلنے سے روکنا ہے۔ مگر انشاء اللہ دشمن کا یہ حربہ بھی الٹا ثابت ہوگا اور توہین کرنے والے عبرت کا نشان بن جائیں گے۔

## ۲۔ایک گہری سازش

مسلمانوں کو اس قسم کے اقدام سے بھڑکانا تاکہ وہ ایسے کام انجام دیں جن سے دشمنوں کو موقع مل جائے اور وہ یہ کہہ سکیں کہ اسلام تو تشدد اور دہشت گردی کا مذہب ہے۔ البتہ یہ بھی انہیں کی سازش ہے اور اس قسم کے افراد یا سربراہان مملکت اسلامی جوان کے آلہ کار ہیں ان سے نفرت آمیز بیان دلوائے جائیں۔ اس مسئلہ میں بھی رہبر معظم نے توہین قرآن کے مرتکب افراد کی مذمت کرنے کے ساتھ یہی کہا کہ ہم اس مسئلے میں بھی جہاد تبیین کا سہارا لیں اور دنیا والوں کو تعلیمات قرآن سے آشنا کریں۔

## ۳۔خوف ودہشت

آج یورپ و امریکہ میں نسل پرستی، مذاہب کی توہین، مسلمانوں کو مسلم حقوق سے محروم کیا جانا وغیرہ اپنے شباب پر ہے۔ مسلمانوں نے اپنے حق کی آواز بھی بلند کرنی شروع کردی ہے لیکن اس قسم کے اقدام سے دشمن مسلمانوں کو ان مسائل کی طرف الجھا کر اصل موضوع سے دور کرنا چاہتا ہے۔

آج امت مسلمہ کو اس بات کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے کہ دشمن کے حربوں اور اس کی سازش کو سمجھیں اور ایسے حالات میں عقلمندی سے کام لیں تاکہ دشمن کی سازش بھی نقش برآب ہوجائے اور اسلام و قرآن کا موقف بھی لوگوں تک پہنچ جائے۔

## ۴۔ اسلامی بیداری اور دشمن کی بوکھلاہٹ

گذشتہ چند برسوں میں اسلامی بیداری کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے بالخصوص ۹ ستمبر ۲۰۰۱ کے حادثہ کے بعد جو اسلامی بیداری پیدا ہوئی ہے اس سے دشمن بوکھلایا ہوا ہے۔ اس نے سوچا تھا کہ اس حادثے کو اسلام کے خلاف استعمال کر کے اسلام کی بڑھتی ہوئی کشش کو ختم کر دیں گے مگر نتیجہ بالکل بر عکس ہو گیا اور یہی واقعہ اسلام کی نشر و اشاعت کا ذریعہ ثابت ہوا ہے لہٰذا آج دشمن کے سامنے اسلام کی بڑھتی ہوئی رفتار کو روکنے کے لئے جب کوئی راستہ نظر نہ آیا تو اب مختلف انداز سے اسلام، مقدسات اسلام اور مسلمانوں کی توہین پر اتر آئے۔ قرآن سوزی یا توہین قرآن اسی اسلام کی پیشرفت و ترقی سے بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے۔

البتہ جہاں ہم کو ان واقعات سے تکلیف ہوتی ہے وہیں ہمارے لئے خوشی کا مقام بھی ہے کہ دشمن کے ان اقدامات سے اسلام اور قرآن کی حقانیت میں روز بروز اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ اس قسم کی حرکت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے دشمن کے پاس علمی اور منطقی جواب نہیں ہے لہٰذا وہ اوچھی حرکتیں کر رہے ہیں۔

## ۵۔ سیکولرزم کا تسلط

مغربی دنیا کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ سیکولرزم کو ساری دنیا پر مسلط کر دیا جائے اور مذہب کو ایک ناسور بنا یا جائے۔ اگر چہ وہ اس مسئلے میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے مگر ان کی یہ کامیابی دیر پا ثابت نہیں ہو سکی چونکہ اس مسئلہ میں ہر مذہب کے مذہبی رہنماؤں نے مخالفت کی اور مذہب کو زندہ رکھنے کی بات کی مگر چونکہ اس مسئلے میں حکومتیں بھی شامل رہیں لہٰذا کسی حد تک انہیں کامیابی ملی۔ مگر آج جس دور سے ہم گذر رہے ہیں وہ دور اب اندھی تقلید کا نہیں رہ گیا بلکہ نوجوان نسل ہر چیز کو عقل و منطق کے سایہ میں تلاش کر رہی ہے۔ قرآن ایک مکمل نصاب زندگی کی کتاب ہے اور نوجوان نسل جب اس کا مطالعہ کرتی ہے تو انہیں زندگی کے نئے نئے دریچے نظر آتے ہیں اور پھر وہ اس کی طرف مائل ہو جاتے ہیں لہٰذا دشمن نے جہاں اور طریقے قرآن سے دوری کے اختیار کئے اس میں سے ایک قرآن کی اہانت اور بے حرمتی ہے۔

## ہماری ذمہ داری

اس دور اور ان حالات میں ہماری ذمہ داری کیا ہے اور ہم کس طرح ان حالات کا مقابلہ کریں۔ یہ ایک اہم موضوع ہے جب کہ دشمن ہم کو مشتعل کر رہا ہے کیا ہم بھی مشتعل ہو کر انہیں کی طرح بے عقلی اور غیر منطقی اقدام کے مرتکب ہو جائیں؟!

اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ ہمارا مذہب عقل و منطق کا مذہب ہے۔ ہمیں غم و غصہ کا اظہار تو کرنا چاہئے مگر مشتعل ہو کر غیر منطقی اور غیر عقلی اقدام نہیں کرنا چاہئے جس سے دشمن اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔ وہ ہمارے مذہب کی توہین کر رہا ہے تو ہمیں ان کے مذہب کی توہین نہیں کرنی بلکہ حسن تدبیر اور جدال احسن جیسے راستوں پر چلنا ہوگا مثال کے طور پر:

## ۱۔ اسلام کے صلح آمیز چہرے کی وضاحت

ان حالات میں ہم پر واجب ہے کہ ہم عقلی اور منطقی اعتبار سے اسلام کا صحیح چہرہ پیش کریں اور بتائیں کہ اسلام کسی بھی مذہب کے مقدسات کی توہین کی اجازت نہیں دیتا۔ تم ہمارے مقدسات کی توہین کرو مگر ہم نہیں کریں گے اس لئے کہ ہمارا قرآن اس کی قسم کی حرکتوں کی اجازت نہیں دیتا۔[۱]

امام صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے:

"دشمنان خدا کو بھی گالیاں نہ دو اس لئے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو وہ بھی تمہارے خدا کو گالیاں دیں گے"۔[۲]

مولائے کائنات نے جنگ صفین میں اپنے کچھ ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ معاویہ کے پیروکار کو برے الفاظ سے یاد کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا:

اِنِّی اَکْرَہُ لَکُمْ اَنْ تَکُونُوا سَبّابِینَ۔

ترجمہ: مجھے اچھا نہیں لگتا ہے کہ تم گالیاں دینے والوں میں شمار کئے جاؤ[۳]۔

---

۱۔ سورہ انعام، آیت ۱۰۸

۲۔ عبد علی جمعہ، حویزی، تفسیر نور الثقلین، ج۱، ص۷۵۷

۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰۶

## ۲۔رسولؐ خدا اور رہبران دین کا تعارف

عالم اسلام کی سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ انہوں نے رسولؐ اکرم کی صحیح تصویر نہیں پیش کی۔ سیرت بیان کرنے کے بجائے صورت اور کملی کی تعریف و تمجید میں سیکڑوں صفحے بھرے ہوئے ہیں مگر سیرت واقعی بہت کم بیان کی گئی۔ آج ہم پر واجب ہے کہ ہم رسول خداؐ کی حیات مبارکہ کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کریں۔ آپؐ کا وہ صلح آمیز چہرہ دنیا والوں کے سامنے پیش کریں جہاں سب کچھ ہاتھ آجانے کے بعد اور قدرت وطاقت رکھنے کے باوجود دشمن کو معاف کر رہے تھے۔ فتح مکہ میں جب آپ کے ایک صحابی سعد بن عبادہ نے نعرہ لگایا

اَلْیَومُ یَومُ الْمَلْحَمَۃِ۔ تو فوراً آپؐ نے فرمایا: نہیں اَلْیَومُ یَومُ الْمَرْحَمَۃِ۔[۱]

آپ کی یتیم پروری، غرباء پروری کا ذکر کیا جائے اور جنگوں میں آپ کا اخلاقی کردار پیش کیا جائے۔ آج وہ لوگ جو میدان جنگ میں آتے ہیں تو اخلاقی اقدار کو پامال کر ڈالتے ہیں وہیں رسول خداؐ کی سیرت دنیا والوں تک پہنچائی جائے کہ میدان جنگ میں بھی آپ نے اخلاق و کردار کا وہ مظاہرہ کیا ہے جس کی مثال تاریخ ہست و بود میں نہیں ملتی۔

اسی طرح رہبران اسلام کا صحیح تعارف کرایا جائے غیر تو غیر ہم نے بھی اپنے راہنما اور رہبران دین کا صحیح تعارف نہیں کرایا۔ اولاً تمام معصومینؑ کا ذکر بہت کم ہوتا ہے ثانیاً جن کا ذکر بھی ہوتا ہے تو صرف فضائل اور جنگوں کا ذکر ہوتا ہے اگرچہ یہ بھی ضروری ہے مگر کردار و اخلاقی زندگی بھی تو بتائی جائے وہ جو باب خیبر کو ایک انگلی سے اکھاڑ سکتا ہے وہ گھٹنوں سے روٹیاں کیوں توڑ کر کھا رہا ہے یہ بھی تو بتایا جائے۔ آج رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای بار بار کہہ رہے ہیں جہاد تبیین، تو ان کا اصل ہدف یہی ہے کہ اسلام اور اسلامی اقدار کو لوگوں تک صحیح طریقے سے پہنچایا جائے۔

---

۱۔ محمد بن عمر واقدی، مغازی، ج ۲، ص ۸۳۵ ؛ محمد باقر، مجلسی، بحار الانوار، ج۲۱، ص ۱۰۸

## ۳۔ اسلام دشمن طاقتوں کا تعارف

آج اسلامی دنیا کا ایک اہم فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ خود دشمن کو پہچانے، دشمن کے حربوں اور سازشوں سے پردہ ہٹائے اور لوگوں کو بھی بتائے کہ دشمن کون ہے اوراس کی سازش کیا ہے مگر افسوس کے ساتھ کہا جاسکتاہے کہ آج اکثر اسلامی ممالک دشمن کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں اور دانستہ یا نادانستہ طور پر وہی کررہے ہیں جو دشمن چاہتاہے۔ ہمارا دشمن بہت چالاک ہے اس نے ہمارے اندر آکر ہم کو مختلف انداز سے توڑ دیا ہے۔ وہ جسے ہم دوست سمجھ رہے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے۔ تاریخ گواہ ہے مسلمانوں نے جب بھی شکست کھائی دوست نما دشمن کے ہاتھوں شکست کھائی ہے۔آج بھی اسلام کے سب سے بڑے دشمن وہی لوگ ہیں جن کو اسلامی دنیا اپنا دوست سمجھ رہی ہے اور انھیں کے اشاروں پر کام کررہی ہے جبکہ ان سربراہان مملکت اسلامی کو ماضی سے عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ انھیں کے آباء واجداد ان دوست نما دشمن کے ہاتھوں یا تو مارے گئے ہیں یا ملک بدر کئے گئے ہیں یا ذلیل ورسوا ہوئے ہیں۔

دشمن کا سب سے بڑا حربہ "لڑاؤ اور حکومت کرو" تھا، ہے اور رہے گا اور وہ امت اسلامیہ میں مختلف انداز سے تفرقہ ڈال کر اپنی روٹی سینک رہاہے۔ کبھی شیعہ سنی کا مسئلہ اٹھاتاہے، کبھی شیعہ شیعہ کو لڑواتاہے، کبھی سنی سنی میں تفرقہ ڈالتاہے، کبھی عزاداری امام حسینؑ کا سہارا لیتاہے، کبھی تقدس صحابہ کی بات کرتاہے، کبھی گروہ اور فرقے بناتاہے۔ ہماری سب سے بڑی طاقت اتحاد ووحدت تھی جسے دشمن آج ہماری نااہلی کی وجہ سے پاؤں تلے روند رہاہے اور ہم اپنی شخصیت، کرسی، حکومت بچانے کے لئے اس کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں اور وہ ہم کو لڑوا کر ہمارے بیش قیمت ذخائر سے استفادہ کررہے ہیں۔

## منابع و مآخذ


قرآن مجید

نہج البلاغہ

- جبران مسعود الرائد، **الرائد**، آستان قدس رضوی، ۱۳۷۳ش
- جہاں بخش ثواقب، **رؤیارویی غرب با اسلام**، دفتر تبلیغات اسلامی، قم، ۱۳۷۹ش
- دستغیب، شیرازی، **گناہان کبیرہ**، انتشارات حیان
- راغب اصفہانی، **مفردات راغب**، دارالعلم، دمشق، ۱۴۱۲ھ
- سید ابن طاؤوس، **ثواب الاعمال**، انتشارات سما قلم، ۱۳۸۸ش
- شیخ حر عاملی، **وسائل الشیعہ**، موسسہ آل البیت، ۱۴۰۹ھ
- عبد علی جمعہ، حویزی، **تفسیر نور الثقلین**، مطبعۃ العلمیۃ، ۱۳۸۳ش
- کلینی، **اصول کافی**، دارالکتب الاسلامی، ۱۳۶۵ش
- گوسٹالی بون، **تمدن اسلام و عرب**، انتشارات افراسیاب، تہران، ۱۳۷۸ش
- محمد باقر، مجلسی، **بحارالانوار**، موسسہ الوفاء، بیروت، ۱۴۰۴ھ
- محمد محی الدین، عبد المجید، **المختار من صحاح اللغۃ**، انتشارات ناصر خسرو، ۱۳۶۳ش
- واقدی، محمد بن عمر، **مغازی**، موسسہ الوفاء، بیروت، ۱۴۰۹ھ

# حصہ نظم

# قرآن پڑھو

مولانا سید شفیع حیدر رضوی بھیکپوری

انقلاب آج جو لانا ہے تو قرآن پڑھو
سوئی قوموں کو جگانا ہے تو قرآن پڑھو

طاق پر رکھنے سے آتی نہیں گھر میں روزی
رزق، اللہ سے پانا ہے تو قرآن پڑھو

دلنشیں ہوتی ہے اسلام کی سچی تعلیم
دوست، دشمن کو بنانا ہے تو قرآن پڑھو

عزتِ نفس ہوا کرتی ہے اس سے محفوظ
اپنا معیار بڑھانا ہے تو قرآن پڑھو

آج بیداریِ اسلامی کی تحریکوں میں
زندہ کردار نبھانا ہے تو قرآن پڑھو

صرف تقریروں سے وحدت نہیں ہوگی
حق کا پیغام سنانا ہے تو قرآن پڑھو

حق پرستوں کو ہے نیزے سے یہ پیغامِ حسین
مائلِ ظلم زمانہ ہے تو قرآن پڑھو

اے شفیع، اہلِ زمانہ کے دلوں پر اپنا
سکۂ علم بٹھانا ہے تو قرآن پڑھو

# مہجوریت قرآن

مولانا سید غافر رضوی چھولسی

قلبِ احمد پہ جو اترا وہ صحیفہ میں ہوں　　میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم
میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم　　مجھ کو پہچانو کہ قدرت کا کرشمہ میں ہوں

میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم

میرے حق کی جو مسلماں کو خبر ہوجائے　　اس کا ہر لمحہ مسرّت میں بسر ہوجائے
راحتِ قلبِ دو عالم کا سراپا میں ہوں　　مجھ کو پہچانو کہ قدرت کا کرشمہ میں ہوں

میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم

مضمحل دل کے لئے باعثِ فرحت ہوں میں　　نسخۂ امن ہوں پیغامِ سعادت ہوں میں
اہلِ ایمان کا احساسِ تمنّا میں ہوں　　مجھ کو پہچانو کہ قدرت کا کرشمہ میں ہوں

میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم

میں جو کھل جاؤں اندھیروں میں سحر ہوجائے　　میں جو بولوں تو جہاں زیر و زبر ہوجائے
قدرتِ خالقِ یکتا کا نمونہ میں ہوں　　مجھ کو پہچانو کہ قدرت کا کرشمہ میں ہوں

میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم

میرا دم بھر کے پہاڑوں کو ہلا سکتے ہو میری آیات سے مردے بھی جِلا سکتے ہو
سارے امراض میں شافی و مسیحا میں ہوں مجھ کو پہچانو کہ قدرت کا کرشمہ میں ہوں

میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم

اہلِ ایماں کے لئے ہادی و رہبر ہوں میں سچے مسلم کے لئے راہِ منور ہوں میں
دین کو جس نے دیا نور کا ہدیہ میں ہوں مجھ کو پہچانو کہ قدرت کا کرشمہ میں ہوں

میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم

ہائے کیا ہوگیا غیرت کو مسلمانوں کی مجھ کو زینت سے نوازا گیا جزدانوں کی
جس کے ہونٹوں پہ سدا رہتا ہے شکوہ میں ہوں مجھ کو پہچانو کہ قدرت کا کرشمہ میں ہوں

میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم

سال بھر گَرد میں کچھ ایسے اَٹا رہتا ہوں اہلِ خانہ کو صفائی کی دعا دیتا ہوں
اشک آنکھوں میں بھرے محوِ تمنّا میں ہوں مجھ کو پہچانو کہ قدرت کا کرشمہ میں ہوں

میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم

یہ دعا کرتا ہوں رمضان بہت جلد آئے اس بہانے ہی سہی مجھ کو اٹھایا جائے
مجمعِ عام میں رہ کر بھی اکیلا میں ہوں مجھ کو پہچانو کہ قدرت کا کرشمہ میں ہوں

میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم

استخارہ کوئی دیکھے کوئی فالیں کھولے ذات کو میری دیئے تم نے بہت ہچکولے
نقش بر آب ہوا جس کا ارادہ میں ہوں مجھ کو پہچانو کہ قدرت کا کرشمہ میں ہوں

میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم

میری آیات کا تعویذ بنایا تم نے    واہ کیا خوب عقیدت کو نبھایا تم نے
جس کو تم سب نے بنایا ہے کھلونا میں ہوں    مجھ کو پہچانو کہ قدرت کا کرشمہ میں ہوں

میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم

میں تو آیا تھا اندھیروں میں ضیا کی خاطر    تم نے رکّھا ہے مریضوں پہ ہوا کی خاطر
جو کہ اکسیر بنا رہتا ہے نسخہ میں ہوں    مجھ کو پہچانو کہ قدرت کا کرشمہ میں ہوں

میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم

میرے اوراق سر کرب و بلا بکھرے ہیں    میرے الفاظ بھی بسمل کی طرح تڑپے ہیں
زیرِ خنجر جو ادا کرتا ہے سجدہ میں ہوں    مجھ کو پہچانو کہ قدرت کا کرشمہ میں ہوں

میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم

آیتیں بکھریں اسیری کے بیابانوں میں    کچھ بھی غیرت نہ رہی ہائے مسلمانوں میں
جس کا سر کاٹ کے لائے سر نیزہ میں ہوں    مجھ کو پہچانو کہ قدرت کا کرشمہ میں ہوں

میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم

اپنے خالق سے کروں گا میں شکایت اے فلک    تم نے کس طرح سنی میری نصیحت اے فلک
جس کا امّت نے بنایا ہے تماشا میں ہوں    مجھ کو پہچانو کہ قدرت کا کرشمہ میں ہوں

میں ہوں قرآنِ کریم میں ہوں قرآنِ کریم

# ترجمہ دعائے یا علی یا عظیم

**مولانا علی مہدی**

اے علی اے عظیم اور غفور ‏ تیرے غفراں کا ہے کتنا وفور
ہے بڑا مہرباں تو رب عظیم ‏ تو ہی بے مثل ہے کہ تو ہے قدیم
وہ خدا جو کہ ہے سمیع و بصیر ‏ جس نے اس ماہ کو ہے دی توقیر
تو نے اس ماہ کو ہے دی عظمت ‏ سب مہینوں سے ہے سوا برکت
یہ مہینہ کریم اور شریف ‏ فضل سے تیرے کس قدر ہے لطیف
تو نے واجب کئے ہیں مجھ پہ صیام ‏ اس مہینے کا فرض ہے اکرام
نام خود تو نے رکھ دیا رمضان ‏ جس میں نازل ہوا ترا قرآن
واسطے سب کے جو ہدایت ہے ‏ ہر ہدایت کی جو علامت ہے
ہیں ہدایت کے جس میں کتنے نشان ‏ حق و باطل کے درمیان فرقان
برکتیں رکھ دیں جس کے سینے میں ‏ ہے شب قدر اس مہینے میں
منزلت جس کی ہے گراں اے خدا ‏ ہوں مہینے ہزار جس پہ فدا
تیرے احسان سے ہے سب کا بھرم ‏ اور تجھ پر نہیں کسی کا کرم

مجھ پہ احسان کردے بار خدا　　نار دوزخ سے ہو گلو یہ رہا
ساتھ میں سب کے میری بخشش ہو　　یعنی مقبول یہ نیایش ہو
اپنی رحمت سے کر عطا جنت　　رحم ہے خو کرم تری خصلت
ارحم الراحمین تیری ذات　　تیری خدمت میں پیش ہے سوغات
کیا عالم نے ترجمہ اس کا　　دور کر سب سے درد و رنج و بلا

# مدح امیر المؤمنینؑ

**مولانا محمد رضا خان**

کرکے روشن دیا محبت کا — کر نظارہ زمیں پہ جنت کا
چھوڑدوں اہل بیت کا دامن — کام کرتا نہیں حماقت کا
دار پہ کب ہیں میثم تمار — لے رہے ہیں مزہ محبت کا
خون میں جن کے ہے وفاداری — وہ طرفدار ہے امامت کا
کربلا پھر مرے نصیب میں ہے — خواب دیکھا ہے میں نے جنت کا
کررہا ہوں علی کا ذکر جلی — مل رہا ہے مزہ عبادت کا
کررہے ہیں یزید سے الفت — فاتحہ پڑھ دو اب محبت کا
حق مرے ساتھ ساتھ میں اس کے — پوچھ مجھ سے پتہ حقیقت کا
ہاتھ میں ہے حیات و موت مرے — میں سبب ہوں جہاں کی خلقت کا
میری الفت کا نام جنت ہے — نام دوزخ مری عداوت کا
فخر عیسیٰ ہوں فخر موسیٰ ہوں — طور جلوہ ہے میری ہیبت کا
آگ سے بچ گئے خلیل خدا — وہ صلہ تھا مری محبت کا
سن سلیمان کی مملکت کیا تھی — ایک حصہ مری حکومت کا

مسکراہٹ ہوں میں لب حق کی — قہقہہ ہوں نظام وحدت کا
ہر فضیلت ترا دہن چومے — پڑھ قصیدہ مری فضیلت کا
لب پہ ذکر قرآن ناطق ہے — مل رہا ہے مزہ تلاوت کا
جام قاتل کو دے کے بویا ہے — بیج دشمن کے دل میں الفت کا
خون ناحق بہا جو مسجد میں — حق ادا ہوگیا عبادت کا
چودہ صدیاں گذر گئیں پھر بھی — غم ہے تازہ مری شہادت کا
ابن ملجم پہ بھیجنا لعنت — طرز اظہار ہے برائت کا
حکم خالق سے کل بروز جزا — فیصلہ میں کروں گا قسمت کا
میری عظمت کو کون سمجھے گا — آئینہ ہوں خدا کی عظمت کا

# فنزت ورب الکعبہ

**احمد شہریار**

تیغِ عدو ہے، کاسہ سر ہے، فنزت و رب الکعبہ
ساری دنیا زیر و زبر ہے فنزت و رب الکعبہ

کعبہ بھی اللہ کا گھر ہے جس میں ہوئی پیدائش
مسجد بھی اللہ کا گھر ہے، فنزت و رب الکعبہ

میں ہوں اور مرا قاتل ہے اس خالی مسجد میں
اور ملائک کا لشکر ہے، فنزت و رب الکعبہ

اتنی جرات کب تھی اس میں میرے سامنے آئے
موت کے دل میں میرا ڈر ہے، فنزت ورب الکعبہ

آنسو پہلے بھی جاری تھے گالوں پر لیکن اب
سارا چہرہ خون میں تر ہے، فنزت و رب الکعبہ

کس نے کہا ہوگا اس سے بہتر جملہ دنیا میں
وقتِ شہادت ہے، لب پر ہے، فنزت ورب الکعبہ

# مدحِ امام حسنؑ

**مہدی باقر خان**

ہے روزہ داروں کی محفل سجی برائے حسن | مناؤ جشن جہاں میں ہیں آج آئے حسن
کسی کو نعتِ پیمبر بھی صرف سنت ہے | ہے جزوِ دین مرے واسطے ثنائے حسن
شبیہِ مرسلِ اعظم ہیں سر سے پیر تلک | قبا وہی تھی نبیؐ کی جو ہے قبائے حسن
جو آئے ان کو غضب تو غضب خدا کا ہو | کرم، کریم کا برسے جو مسکرائے حسن
ہوں لاکھ شام کی تاریکیاں مگر تنہا | ہوا کی زد پہ دیا دین کا جلائے حسن
فضیلتوں کے لئے اتنا ذکر کافی ہے | سنیں رسولؐ بھی ان کی اگر سنائے حسن
ہو میرے بھائی کے ہمراہ میرا قاسم بھی | تھی کربلا کے لئے بس یہی دعائے حسن
ہو بھائی بھائی میں جھگڑا تو صلح کروا دو | یہی ہے اصل میں سچی مئے ولائے حسن
کبھی نبیؐ نے اٹھایا تھا ان کو کاندھے پر | اسی نبیؐ کی امانت کو ہے اٹھائے حسن
چراغ بجھ گئے سب کے ہوا کسی کی نہیں | اگر کسی کی ہوا ہے تو بس ہوائے حسن

# منقبت امام حسنؑ

مولانا سید علی اکبر رضوی

کس ذات کی آمد ہے فضا خوشگوار ہے
ہر چہرہ مومن پہ عجب سی نکھار ہے

زہرا کا نور عین وہ بیٹا علی کا ہے
جان نبی وہ نازش پروردگار ہے

اک دوسرے سے کہتے ہیں یہ اہل مدینہ
آمد ہے یہ حسن کی یا فصل بھار ہے

کیسی ہے باکمال حسن مجتبی کی ذات
جس کی ہر اک ادا پہ نبی بھی نثار ہے

اس ذات کی ثناء بھلا کیسے بشر کرے
مداح جس کی ذات کا خود کردگار ہے

دل میں ہے میرے شمع ولایت جلی ہوئی
اس واسطے وجود مرا با وقار ہے

بے خوف و خطر سوئے نہ کیوں قبر میں اکبر
اس کی لحد پر ناد علی کا حصار ہے

## Central Library-Iran Culture House, New Delhi

Central Library of Iran Culture House, New Delhi is approximately fifty years old library. It is one of the richest libraries of India in the field of Persian Literature, Iranian Studies and Religious books. Responding to the Academic needs of interested people from all over India and in order to preserve the common Persian Literary heritage of Iran and India It is ready to provide the following academic services:

- ✓ Online Public Access Catalogue (OPAC) for library
- ✓ Consultation for topic selection and support for pre-doctoral and doctoral theses
- ✓ Assistance in Ph.D. and M.Phil. Research methodology
- ✓ Providing required resources related to Persian literature , Iranian studies and Islamic studies
- ✓ Publishing books related to Persian Literature, Iranian studies and Islamic studies

Iran Culture House uploads all its publications including poetry books, prose texts and collections of poems of contemporary Persian poets of India, Iran, Afghanistan and Tajikistan, as well as various issues of Rah-e Islam, Qand-e Parsi, Cultural Dialogue and Cultural Glimpses magazines in the form of digital books on the Publication Portal of Iran Culture House. Those interested in using the library, publication Portal and other services can scan the above QR Code or visit the following sites:

www.ichdlib.in www.ichdpublication.in

# RAH-E-ISLAM


## Advisory Board

Prof. S.M. Azizuddin Husain, Prof. Akhtarul Wasey, Prof. S. Akhtar Mahdi
Prof. S. Ali Mohd Naqvi, Prof. S.Tayyab Raza Naqvi

## Editorial Board

Hasan Ali Zakaryaee, Mohd Reza Khan,Ghulam Husain Rizvi,
Mahdi Baqir Khan

## Chief Editor

Dr. Faridoddin Faridasr

## Editor

Dr. Khan Mohd Sadiq Jaunpuri



ISSN : 2349-0950

Printed at: Alpha Art, Noida, U.P.


To read other issues of this Journal and other publications
of Iran Culture House , scan below QR Code.

www.ichdpublication.in

www.ichdlib.in

# RAH-E-ISLAM

An Urdu Quarterly Research Journal
of
Islamic and Cultural Studies

**No : 262**
**January-March 2024**

## Special Issue
## on
## Holy month of Ramadhan

**Iran Culture House**
18 Tilak Marg, New Delhi-110001
Phone No: 23383232, 33
Email: ichdelhi@gmail.com
❖
www.ichdpublication.in
https://en.icro.ir/New-Delhi
www.ichdlib.in